اِسلامی قانونِ ارتداد

ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن

شائع کردہ

مرکزی انجمن خُدّامُ القُرآن لاھور

اسلام کا قانونِ ارتداد

تالیف

ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن

شائع کردہ:

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 5869501-03

نام کتاب ——— اسلامی قانون ارتداد
باراول (اگست ۲۰۰۱ء) ——— ۱۱۰۰
ناشر ——— ناظم مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن
مقام اشاعت ——— 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور 54700
مطبع ——— شرکت پرنٹنگ پریس لاہور
قیمت ——— 48روپے

فہرست مندرجات

مقدمہ مؤلف ۵
مرتد کے احکام: اسلامی قانون میں ۱۰
باب: ۱ ..... ارتداد کے معنی و مفہوم ۱۵
ارتداد کے لغوی معنی ۱۵
ارتداد قرآن پاک میں ۱۵
ارتداد ..... سنت نبویؐ میں ۲۰
ارتداد فقہ میں ۲۲
باب: ۲ ..... شرائط ارتداد ۲۵
نتیجہ فکر ۲۸
اکراہ کی تعریف ۳۱
اکراہ کی قسمیں ۳۱
اکراہِ تام ۳۱
اکراہ ناقص ۳۲
شرائط اکراہ ۳۲
نتیجہ فکر ۳۲
باب: ۳ ..... موجبات ارتداد ۳۳
ارتداد اعتقادی ۳۳
قول میں ارتداد ۳۵
انبیاء کو برا بھلا کہنا ۳۶
امہات المومنینؓ خلفاء اربعہؓ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہنا ۳۷
کفر اور قتل ۳۸
اعتقادی اور قولی ارتداد کا فرق ۳۸
ارتداد فعلی ۳۸
ارتداد ترکِ فعل سے ۳۹
ارتداد کا ثبوت ۳۹
باب: ۴ ..... ارتداد کے اثرات و نتائج ۴۱
مرتد کی ذات سے متعلق احکام
مرتد کی سزا ۴۱
قتل ۴۱
جرمانہ یا تاوان ۴۲
مرتد کی سزا اور قرآن کریم ۴۳
ایک اور دلیل ۴۷
حدیث میں مرتد کی سزا ۵۱
عورت کا ارتداد اور اس کی سزا (حدیث کی روشنی میں) ۵۷
خلافت راشدہ کے نظائر ۵۸
اجماع امت ۶۲
عورت کے سزا کے بارے میں مختلف نقطۂ ہائے نظر ۶۳
بچہ کا ارتداد اور سزا ۶۴
ارتداد اور توبہ ۶۴
طلب توبہ اور حنفی مذہب ۶۵
مالکی مذہب ۶۶

شافعی مذہب ۶۷
حنبلی مذہب ۶۷
شیعی مذہب ۶۸
مرتد کی سزائے قتل کے بارے میں جدید نقطہ نظر ۶۸
پہلی عبارت ۶۹
دوسری عبارت ۷۰
تیسری عبارت ۷۰
توبہ کا اظہار اور اس کا اثر ۷۳
مرتد اور جزیہ ۷۳
ارتداد اور فسخ نکاح ۷۴
ارتداد کا اثر نکاح پر ۷۴
قدیم نقطہ نظر ۷۵
شوہر کا ترکِ اسلام ۷۶
زوجہ کا ترکِ اسلام ۷۶
ارتداد کا اثر مہر ونفقہ پر ۷۶
تفریق کی نوعیت ۷۷
ارتداد زوجہ کے بارے میں احناف کے اقوال ۷۸
نتیجۂ فکر ۷۹
مالکی مسلک ۷۹
شافعی مسلک ۷۹
حنابلہ کا مسلک ۸۰
استثناء ۸۰
پاکستان کا رائج الوقت قانون ۸۰
مرتد کے مال سے متعلق احکام ۸۱
مرتدہ کے اموال کی ملکیت کا مسئلہ ۸۲

مرتد کی میراث

ائمہ اربعہ کا نقطہ نظر ۸۳
شیعہ امامیہ ۸۵
ظاہریہ ۸۶
پاکستانی قانون ۸۷
تجزیہ ۸۷
مرتد کا حق ولایت ۸۸
مرتد کی ذات سے متعلق چند دیگر احکام ۸۹
مرتد کے قرض کا مسئلہ ۸۹
مرتد کا ارتکاب جنایت (جرم) ۹۰
مرتد کی اولاد کے متعلق احکام ۹۰
ضمیمہ...... تکفیر کے اصول: از مولانا مفتی محمد شفیعؒ ۹۲
ایمان وارتداد کی تعریف ۹۳
تنبیہ ۹۶
ایک شبہ کا جواب ۱۰۰
تنبیہ ۱۰۵
تنبیہ ضروری ۱۰۷
حواشی ۱۰۸

مقدمہ

۱۹۶۸ء میں سپریم کورٹ پاکستان کے ایک فاضل مسلمان جج سے گفتگو کے دوران یہ معلوم ہو کر مجھے ایک گونہ حیرت ہوئی کہ وہ اسلام میں ارتداد کی سزائے قتل کو درست نہیں سمجھتے، اِلّا یہ کہ وہ مرتد بغاوت کے جرم کا مرتکب ہوا ہو۔ ساتھ ہی مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ موصوف اس موضوع پر کوئی کتابچہ لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ۱۹۷۰ء میں ان سے میری پھر ملاقات ہوئی۔ جب میں نے ان سے کتابچہ کے بارے میں استفسار کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مواد تو جمع کر لیا ہے مگر ترتیب اور اخذ نتائج کا موقع نہیں ملا۔ انہوں نے پاکستان کے ایک ممتاز عالم دین کا بھی نام لیا (جن کا نام ظاہر کرنا میں مناسب نہیں سمجھتا) کہ وہ بھی ان کے خیال سے متفق ہیں۔

اسی دوران مجھے سندھ ساگر اکیڈیمی لاہور سے شائع شدہ ایک کتاب "احکامِ شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت" دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس کتاب کے صفحہ ۵۱ پر ایک سرخی تھی "مرتد کی سزا بغاوت کی بناء پر ہے"۔ (۱)

بعض مواقع پر ایسی باتیں بھی میرے کانوں نے سنیں اور ایسی تحریریں میری نظروں سے گزریں جن میں بعض بدیہی قرآنی احکام اور سزاؤں کے بارے میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ عرب کے مخصوص ماحول کے لئے تھیں۔ یہ شاید ان حضرات کی عدمِ واقفیت کے سبب تھا۔ غرض ان تمام وجوہ کے سبب میں نے اگست ۱۹۷۰ء میں تہیہ کیا کہ ارتداد کے موضوع پر ایک کتاب مرتب کروں۔ الحمد للہ کہ دوسری مصروفیات کے علی الرغم ڈیڑھ سال کی مدت میں اس کتاب سے فارغ ہو گیا۔

---

(۱) اس غلط نقطۂ نظر کا تفصیلی جائزہ متنِ کتاب میں "مرتد کی سزا" کی بحث کے ضمن میں کیا گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو کتاب ہذا)

یہ کتاب اسلامی قانون میں مرتد کی سزا، مالی تصرفات پر پابندی، وصیت و میراث سے محرومی اور اس کی اولاد کے بارے میں متعلقہ احکام پر مشتمل ہے۔ یہ احکام قرآن و حدیث اور چھ اسلامی فقہی مکاتیب حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنبلیہ، ظاہریہ اور شیعہ جعفریہ کی مستند کتابوں سے اخذ کیے گئے ہیں۔

اس کتاب میں سب سے پہلے ارتداد کے لغوی اور شرعی معنی کو قرآن، حدیث اور مستند کتب فقہ کی عبارتوں کے ذریعہ مشخص کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ارتداد کی شرائط (۱) بلوغ، (۲) عقل اور (۳) اختیار کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد بحث کی گئی ہے کہ ارتداد قول، فعل یا ترک فعل سے کیوں کر وجود میں آتا ہے؟ اس کے بعد ارتداد کے اثرات اور نتائج سے بحث کی گئی ہے۔ یہ اثرات و نتائج مرتد کی ذات، مال اور اولاد سے متعلق ہیں۔ موجودہ دور میں اہمیت کے اعتبار سے مرتد کی ذات سے متعلق احکام اور بالخصوص "مرتد کی سزائے قتل" کے بارے میں مفصل گفتگو کی گئی ہے۔

شاہ ولی اللہ نے اپنی مشہور کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" میں لکھا ہے کہ ارتداد اس قول سے ثابت ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ، یا رسولوں کی نفی یا کسی رسول کی تکذیب پر دلالت کرے یا وہ ایسا فعل ہو جس سے دین کے ساتھ صراحتاً استہزاء مقصود ہو۔ اسی طرح ضروریاتِ دین کے انکار سے بھی ارتداد ثابت ہوتا ہے۔ امام غزالیؒ نے اپنی کتاب "فيصل التفرقة بين الاسلام و الكافر" میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ ضروریاتِ دین (قطعی امورِ دین) میں تاویل بھی موجب کفر ہے۔

مرتد کی سزائے قتل کے معاملے میں آنحضرت ﷺ کے زمانے سے لے کر عہد حاضر تک تمام ائمہ مجتہدین اور علماءِ شریعت کا اتفاق رائے پایا جاتا ہے، لیکن ہمارے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کا ایک قلیل التعداد مغرب زدہ گروہ احادیث نبوی، آثارِ صحابہ، ائمہ مجتہدین کی آراء اور چودہ سو سالہ تعامل کے علی الرغم مرتد کی سزائے قتل کو جائز نہیں سمجھتا۔ اس کے نزدیک ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ "دین کے معاملے میں کوئی جبر

نہیں" کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی چاہے تو دین اسلام کی طرف آئے اور کوئی چاہے تو اس سے پلٹ جائے۔ راقم الحروف کی رائے میں بات اس حد تک تو صحیح ہے کہ اسلام میں کسی غیر مسلم پر یہ جبر نہیں ہے کہ اسلام قبول کرے، لیکن (اور یہ لیکن بہت بڑا ہے) ایک اسلام کا حلقہ بگوش ہونے کے بعد اس کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے اسلام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا دین اختیار کرے یا سرے سے بے دین اور ملحد ہو جائے۔ چنانچہ ارتداد (دین اسلام سے پلٹ جانے) کے جرم میں حد قائم کرنے کی حکمت یہ ہے کہ مرتد حرمت دین کی ہتک اور بے عزتی کے جرم کا مرتکب ہوا، اس لئے دین اسلام کو چھوڑنے والے پر سخت سزا کا قائم کرنا ضروری ہو جاتا ہے، ورنہ اس سے دین کی ہتک اور بے حرمتی کا دروازہ چوپٹ کھل جائے گا۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول کو مطلوب اور منظور یہ ہے کہ دین اسلام ایک مسلمان کے دل میں اس طرح راسخ ہو جائے جس طرح کوئی جبلی امر یا تقاضہ ہوا کرتا ہے۔ آیت قرآنی ﴿وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ﴾ "انہوں نے تمہارے دین (اسلام) میں عیب نکالا" کے مصداق ایک مرتد مذہب اسلام میں عیب جوئی، استہزاء اور اہانت کے جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔

اس سزا کا بنیادی فلسفہ یہ ہے کہ اسلام اپنے ماننے والوں کے لئے مذہب کی بنیاد پر ریاست کی تشکیل کرتا ہے۔ اس کے سیاسی و سماجی دائرہ میں اسلام کو ایک مرکزی نقطے اور محور کی حیثیت حاصل ہے جس کے گرد اس ریاست کی ساری سرگرمیاں گھومتی ہیں۔ وہ اپنی حدود مملکت میں رہنے والے مسلمانوں کے خلاف اسلام سے پھر جانے پر سزائے موت کا حکم نافذ کرتا ہے، کیوں کہ اس کے نزدیک ایمان کے بعد ایک مرتد شخص بنیادی نظریے، نظامِ حیات اور لائحہ عمل کی نفی کرتا ہے جس پر ریاست کی تشکیل عمل میں آئی ہے۔ اسلام ارتداد کو اپنی سیاست شرعی میں ایک زبردست فتنہ قرار دیتا ہے اور اس فتنہ کا سدباب سزائے موت کے ذریعے

کرنے کا اعلان کرتا ہے۔ اگر ماہرین قانون و سیاست عہد حاضر میں اسٹیٹ کے اس بنیادی حق کو تسلیم کرتے ہیں کہ وہ اپنے ہر شہری کے لئے مملکت کے اجزائے ترکیبی سے مخالفت کو جرم قرار دے کر اس کے لئے حبس دوام یا موت کی سزا تجویز کر سکتی ہے، تو یہ ماہرین قانون آخر اس بات پر کیوں معترض ہیں کہ اسلام اپنی قائم کردہ ریاست کی حدود میں رہنے والے کسی مسلم کو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ اپنے دین سے پھر جائے یا وہاں رہتے ہوئے کوئی دوسرا دین اختیار کر لے، بالخصوص جب کہ اس اسٹیٹ کی بنیاد ہی دین اسلام پر ہو۔ وہ مغربی ممالک جو اپنے آپ کو انتہائی ترقی یافتہ، جمہوریت پسند اور انسانی آزادی کا علمبردار کہلاتے ہیں اگر شہری اور غیر شہری، سکونت پذیر مستقل و غیر مستقل، پیدائشی شہری اور مختار شہری، ملکی قومیت رکھنے والے اور اجانب (Aliens) کے درمیان شہری حقوق و تعزیرات کے سلسلہ میں مختلف قوانین کا اطلاق کرتے ہیں اور اس تفریق و امتیاز کو جائز قرار دیتے ہیں تو اگر اسلام اپنی مسلم قوم کے افراد یا اسلام سے پلٹ جانے والے افراد کے لئے اختلافِ عقیدہ کی بنیاد پر مختلف قانونی سانچے رکھتا ہے تو انہیں یہ بات کیوں کھٹکتی ہے؟

ایک زمانہ تھا کہ اسلامی قانون اور اصولِ قانون سے ساری دنیا نے روشنی حاصل کی تھی اور آج جب کہ مسلمانانِ عالم مغلوب و مقہور ہیں اور بساطِ سیاست پر ایک پٹے ہوئے مہرے کی حیثیت رکھتے ہیں، تو ان کے قانون اور اصولِ قانون پر بے سروپا اعتراضات کئے جا رہے ہیں۔ حیف ہے کہ ان معترضین میں مغرب زدہ مسلمان بھی کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ بات یہ ہے کہ مسلمان قوم نے اپنے دین کے مجموعی علم کو اس دینی جذبہ اور سلامتیٔ فکر سے حاصل کرنا چھوڑ دیا جو ایک زمانہ میں اس کا طرۂ امتیاز تھا، اس لئے انہیں بے علمی، جہالت، نادانی اور احساسِ کمتری کے سبب دوسروں کے سنگریزے اپنے دامن کے موتیوں سے زیادہ قیمتی نظر آتے ہیں۔ علامہ اقبال نے شاید اسی کے لئے کہا تھا ۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

مجھے یقین ہے کہ میں اس کتاب کے ذریعے اسلام اور ارتداد کے درمیان خط امتیاز کھینچنے میں کامیاب ہو گیا ہوں، اور موجودہ پرفتن دَور میں جن جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں کی زبان و قلم سے دینی تعلیمات سے ناواقفیت کے سبب، قطعی اور بدیہی امورِ دین کے بارے میں قابلِ گرفت کلمات سرزد ہوئے ہیں، ان شاء اللہ اس کتاب کا مطالعہ انہیں محتاط بنا دے گا۔ یہی اس کتاب کی تالیف کا اصل مقصد ہے۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ

ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن
یکم جنوری ۱۹۷۲ء

مرتد کے احکام

اسلامی قانون میں

ارتداد کے معنی و مفہوم اور اس کے شرعی نتائج پر گفتگو کرنے سے پہلے یہ تعین کرنا ضروری ہے کہ مسلمان کسے کہتے ہیں؟

مسلمان کی تعریف

ابو حنیفہ ثانی امیر کاتب بن امیر عمر العمید الفارابی الاتقانی نے شرح اصول البزدوی (مخطوطہ) (۱) میں فخر الاسلام علامہ بزدوی کے حوالے سے لکھا ہے کہ مسلمان کی تین انواع ہیں: (۱) ظاہری مسلمان (۲) حکمی مسلمان (۳) حقیقی مسلمان۔ انہوں نے لکھا ہے کہ:

(۱) وہ شخص "ظاہری مسلمان" ہے جس کی زبان پر کلمہ اسلام (اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ) جاری ہے۔ اور جو مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ مل کر نماز پڑھتا ہے، اس امر سے قطع نظر کہ اس کے اعتقاد کی حقیقت سے واقفیت ہو۔

(۲) وہ شخص "حکمی مسلمان" ہے جو اپنے مسلمان والدین کی تبعیت میں ہونے کے سبب مسلمان قرار پائے، بلا لحاظ اس امر کے کہ اس شخص کی زبان پر کلمۂ اسلام (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ) کا اقرار پایا جائے۔ اور

(۳) وہ شخص "حقیقی مسلمان" ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی ذات کو اس کی تمام تر صفات کے ساتھ جیسی ان کی حقیقت ہے، جان لیا ہو اور رسل و انبیاء کو جیسی کہ ان کی حقیقت ہے، جان لیا ہو اور ارکانِ اسلام کو جیسی کہ ان کی حقیقت

ہے، جان لیا ہو، جن میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا، اللہ تعالیٰ کی جانب سے خیر و شر کا ہونا اور تمام ارکانِ اسلام کا ہونا اور تمام ارکانِ اسلام کا اعتقاد و اقرار شامل ہے۔

مندرجہ بالا تعریفات سے بآسانی یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ ہر مسلمان خواہ وہ ظاہری ہو یا حکمی اس وقت تک مسلمان قرار پائے گا جب تک اس کا حقیقی مسلمان نہ ہونا ثابت نہ ہو جائے۔

حضور ﷺ کی حدیث مبارک ایمان و اسلام سے متعلق جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ایمان نام ہے پانچ عقائد کا : (۱) ایمان باللہ تعالیٰ (۲) ایمان بالرسل (۳) ایمان بالملائکہ (۴) ایمان بالکتب اور (۵) ایمان بالآخرت۔ اور اسلام نام ہے پانچ ارکان کا : (۱) شہادتیں (۲) نماز (۳) زکوٰۃ (۴) روزۂ رمضان اور (۵) حج۔ چنانچہ ہر وہ شخص جو ان عقائد و ارکان کا معتقد اور اقراری ہو وہ مسلمان کہلائے گا، لیکن ضروری ہے کہ وہ اعتقاد اور اقرار اس حقیقت کے مطابق ہو جو کتاب اور سنّت رسول اللہ سے ظاہر ہے۔

جسٹس سر امیر علی کی کتاب جامع الاحکام فی فقہ الاسلام میں مسلمان کی تعریف بایں الفاظ کی گئی ہے کہ ہر وہ شخص جو خدا کی وحدانیت اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت کا اقرار کرتا ہو مسلمان ہے۔ یہ تعریف پاک و ہند کی اعلیٰ عدالتوں کے متعدد فیصلوں میں پسند کی گئی ہے۔ چنانچہ عدالت عالیہ سندھ و بلوچستان کے جج مسٹر جسٹس امداد علی آغا نے ایک حالیہ مقدمہ مسز عائشہ قریشی بنام حشمت اللہ (مندرجہ پی ایل ڈی کراچی، شمارہ دسمبر ۱۹۷۲ء ص ۶۵۷) لکھا ہے کہ :

> ”مسلمان ہو جانے کے لئے اسلام کی تمام مستند کتابیں اس پر متفق ہیں کہ اگر ایک شخص اللہ کی وحدانیت پر یقین رکھتا ہے اور محمد ﷺ کو اس کا نبی ہونا مانتا ہے اور خود کو مسلمان کہتا ہے تو وہ مسلمان ہو جاتا ہے“۔

مسلمان کی یہی تعریف ۱۹۵۹ء میں جج عدالت عالیہ مغربی پاکستان جناب جسٹس

محمود نے بمقدمہ عطیہ وارث بنام سلطان احمد خاں (مندرجہ پی ایل ڈی ۱۹۵۹ء لاہور، صفحہ ۲۰۵ بر صفحہ ۲۰۹) کی تھی۔ اگرچہ یہ تعریف اصولی طور پر صحیح ہے لیکن یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت کے اقرار کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی ان تمام مسلمہ اور بدیہی صداقتوں کا اعتراف و اقرار کیا جائے جو قرآنِ پاک اور سنتِ متواترہ کے ذریعے ہم تک پہنچی ہیں اور جن پر اُمت مسلمہ کا اجماع ہے۔

ہمارے فقہاء نے دین کی ان مسلمہ بدیہی صداقتوں کے لئے "ضروریات دین" (Essentials of Islam) کی اصطلاح استعمال کی ہے جن کا مصداق اسلام کے وہ تمام یقینی اور بدیہی عقائد، عبادات اور احکام ہیں جن سے اسلام عبارت ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "اکفار الملحدین" حضرت العلامہ السید انور شاہ کشمیریؒ) تقریباً آٹھ سال قبل احقر نے اپنی کتاب "مجموعہ قوانین اسلام" جلد اول مطبوعہ ۱۹۶۵ء میں مسلمان کی حسب ذیل تعریف کی تھی:

> "دفعہ ۳: جو شخص خدا کو ایک اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اس کا آخری نبی مانتا ہو اور خود کو مسلمان کہتا ہو، مسلمان ہے۔"

آنحضرت ﷺ کی رسالت کو ماننے کا حکم ہی "فَمَا جَاءَ بِهٖ فَهُوَ حَقٌّ" (کہ جو کچھ آنحضرت ﷺ لے کر آئے وہ سب حق ہے) ہے۔ فی زمانہ ہر مسلمان کے ذہن میں یہ امر محفوظ ہو چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے میں آپ کے لائے ہوئے تمام دین مثلاً نماز، زکوٰۃ، روزہ و حج کی فرضیت، خمر، قمار، زنا اور ربا کی حرمت، قیامت کا ظہور، مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا جانا، جزا و سزا، ملائکہ، انبیاء سابقین اور کتب سابقہ وغیرہ پر ایمان شامل ہیں۔ اس کتاب کی اشاعت پر میرے محترم دوست ماہر القادری صاحب نے مشورہ دیا کہ "مسلمان کی تعریف میں "آخری نبی" کے بعد یہ بھی اضافہ کیا جائے کہ حضور ﷺ کے بعد کسی قسم کی نبوت کا بھی قائل نہ ہو"۔ یہ اضافہ جس پس منظر کو لئے ہوئے ہے ہم سب اس سے واقف ہیں۔

تعریف کے ضمن میں اس امر کا خاص خیال رکھنا ہوتا ہے کہ تعریف طرداً و عکساً درست اور جامع و مانع ہو، جس شے کی تعریف کی جارہی ہے اس شے کا کوئی جزء اصلی تعریف سے باہر نہ رہ جائے اور کوئی غیر ضروری جزو تعریف میں داخل نہ ہو جائے۔ چنانچہ مزید غور و فکر کے بعد میرے نزدیک مسلمان کی حسب ذیل تعریف کافی ہو گی:

> "ہر وہ شخص مسلمان ہے جو خدا کو ایک اور حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی مانتا ہو اور ضروریاتِ دین کو جو اجماعِ امت سے ثابت ہیں، تسلیم کرتا ہو اور ان کی پابندی کا زبان سے اقرار کرتا ہو۔"

باب : ۱

ارتداد کے معنی و مفہوم

ارتداد کے لغوی معنی

ارتداد یا ردّت کے لغوی معنی کسی شے سے پلٹ جانا یا لوٹ جانا ہیں۔ (۱) صاحب لسان العرب نے اس کے معنی تحول کے لکھے ہیں جس کے معنی تغیر و تبدل اور رجوع کے آتے ہیں (۲)۔ اسی قسم کے معنی تاج العروس میں بھی بیان کئے گئے ہیں (۳)۔ اصطلاحاً اس کے معنی "مسلمان کا اسلام سے پھر جانا 'لوٹ جانا" ہیں (۴)۔

ارتداد قرآن پاک میں

(ا) قرآن پاک میں ارتداد کا ذکر لفظاً دو آیتوں میں آیا ہے۔ جو حسب ذیل ہیں :

(۱) ﴿ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ ﴾ (البقرۃ : ۲۱۷)

"اور جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پلٹ گیا اور وہ اسی کفر کی حالت میں مر گیا تو ایسے لوگوں کے اعمال (خیر) دنیا اور آخرت دونوں میں ضائع ہو جائیں گے۔ یہی لوگ ہمیشگی کے ساتھ دوزخی ہوں گے"۔

(۲) ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ ﴾ (المائدۃ : ۵۴)

> "اے ایمان والو! جو شخص تم میں سے اپنے دین (اسلام) سے پلٹ جائے گا تو عنقریب اللہ تعالیٰ ایک (دوسری) قوم کو لے آئے گا جو اللہ کو محبوب رکھتے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو پسند فرماتا ہو گا۔ مومنوں کے حق میں خاکسار اور کافروں کے حق میں غالب رہنے والے، اللہ کے راستے میں جہاد کرتے رہیں گے۔ کسی ملامت کنندہ کی ملامت کی پروا نہ کریں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہو گا، جسے چاہے عطا فرمائے، اللہ وسعت اور علم والا ہے"۔

مندرجہ بالا ہر دو آیات مرتد کے بارے میں صریح ہیں۔ پہلی بات جو دو آیتوں سے واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ مرتد کا ارتداد سے قبل مسلمان ہونا ضروری ہے، اور پھر اس کا اسلام سے کفر کی طرف رجوع کرنا یا پلٹ جانا ارتداد ہے۔ چنانچہ جو مسلمان ہو کر مرتد ہو گیا اور توبہ نہ کی حتیٰ کہ حالت ارتداد (کفر) ہی میں مر گیا اس کے وہ تمام دنیاوی اعمال (فوائد) جو اسلام کی بدولت اس کو دنیا میں حاصل ہوئے تھے، وہ ضائع اور رائیگاں بلکہ کالعدم ہو گئے اور آخرت میں اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ جس کی آگ میں وہ ہمیشہ جلتا رہے گا۔ نیشاپوری نے اپنی تفسیر غرائب القرآن میں لکھا ہے کہ مرتد ہو جانے کے نتیجہ میں دنیا میں وہ مسلمانوں سے موالات کا مستحق نہ رہے گا۔ نہ اس کی مدد کی جائے گی اور نہ کسی قسم کی تعریف، اس کی زوجہ اس سے بائنہ ہو جائے گی اور وہ میراث سے محروم ہو جائے گا۔ اور آخر میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا ہی کافی ہے کہ یہ لوگ اصحاب نار ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے (۵)۔

دنیاوی ثمرات و فوائد سے محروم ہو جانے کے بارے میں مزید ملاحظہ ہوں "الکشاف" زمخشری، (ج ۱، ص ۱۷۱) "مجمع البیان"۔ طبری (ج ۱، ص ۳۱۳) "محاسن التاویل" قاسمی (ج ۳، ص ۵۴۹)، روح المعانی، آلوسی (ج ۲، ص ۱۵۷) "الجامع لاحکام القرآن"، قرطبی (ج ۳، ص ۱۳۶)۔

یہاں ایک شبہ کا ازالہ ضروری ہے، وہ یہ کہ ارتداد سے عام طور پر یہ مفہوم لیا

جاتا ہے کہ وہ شخص دین سابق پر لوٹ جائے' حالانکہ مذکورہ بالا آیات میں ارتداد "اسلام سے کفر کی طرف انتقال" ہے۔ یَرْتَدُّ عَنِ الْاِسْلَامِ اِلَی الْکُفْرِ میں جو عمومیت (تعمیم) پائی جاتی ہے اس کے پیش نظر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ مرتد دین معین کی طرف پلٹے یا کوئی دین ہی اختیار نہ کرے یا اسلام سے قبل جس دین پر تھا اس کے علاوہ کسی اور دین کو اختیار کر لے۔ ان تمام صورتوں میں وہ مرتد ہی کہلائے گا اور اس پر ارتداد کے احکام مرتب ہوں گے۔

(ب) قرآن پاک میں معناً بھی کئی آیتوں میں ردّت (ارتداد) مراد ہے۔ مثلاً :

(۱) ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ○ ﴾ (آل عمران : ۹۰)

"بلاشبہ جن لوگوں نے ایمان کے بعد کفر اختیار کیا' پھر وہ کفر میں بڑھ گئے' ان کی توبہ ہرگز مقبول نہ ہوگی۔ یہ لوگ وہ ہیں جو (حقیقی معنی میں) گمراہ ہیں۔"

(۲) ﴿ یَّوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۟ اَکَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا کُنْتُمْ تَکْفُرُوْنَ○ ﴾ (آل عمران : ۱۰۶)

"یعنی جس دن بعض چہرے سفید (روشن) اور بعض چہرے سیاہ ہوں گے۔ جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے (ان سے سوال ہوگا) کہ کیا تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر اختیار کیا تھا' تو اب اپنے کفر کرنے کے عوض عذاب (کا ذائقہ) چکھو۔"

(۳) ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا لَّمْ یَکُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِیَهْدِیَهُمْ سَبِیْلًا○ ﴾ (النساء : ۱۳۷)

"یعنی بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے' پھر انہوں نے کفر کیا' پھر ایمان لائے' پھر کفر کیا' پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے' یہ نہیں ہو سکے گا کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے اور نہ یہ کہ ان کو (اپنے) راستہ کی ہدایت کرے"۔

(۴) ﴿ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ ﴾ (النحل : ۱۰۶)

"یعنی جس شخص نے اپنے ایمان کے بعد کفر اختیار کیا' الا یہ کہ اس پر جبر کیا گیا اور اس کا قلب ایمان پر مطمئن (قائم) رہا' لیکن جس شخص کا کفر کے لئے سینہ کشادہ ہو گیا تو ان پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے غضب ہو گا اور عذابِ عظیم۔"

(۵) ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ○ ﴾ (الحج : ۱۱)

"یعنی اور لوگوں میں سے ایک فریق وہ ہے جو اللہ کی عبادت ایک پہلو پر کرتا ہے' اگر اس کو بھلائی پہنچتی ہے تو وہ مطمئن رہتا ہے اور اگر کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اپنے چہرے کے ساتھ پلٹ جاتا ہے' (افسوس) کہ دنیا اور آخرت دونوں میں خاسر ہو گیا' یہی تو کھلا نقصان (خسارہ) ہے۔"

(۶) ﴿ كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ ﴾ (آل عمران : ۸۶)

"یعنی اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو کیسے ہدایت کرے جس نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا ہو اور یہ گواہی دی ہو کہ رسول حق پر ہے اور اس کے واضح دلائل (ثبوتِ حق کے) آ چکے ہوں' اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں فرمایا کرتا۔"

(۷) ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ○ ﴾ (آل عمران : ۹۱)

"یعنی بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کیا اور (پھر اسی حالت میں) مر گئے' پس ان میں سے کسی سے ہرگز زمین کو بھر دینے والا سونا بھی فدیہ میں قبول نہ کیا جائے گا۔ اور ان لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہو گا اور ان کا کوئی بھی مددگار نہ ہو گا۔"

(۸) ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ ﴾ (آل عمران : ۱۷۷)

"یعنی بلاشبہ جن لوگوں نے ایمان کے عوض کفر خرید لیا' وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز نقصان نہ دے سکیں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہو گا۔"

(۹) ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَاۗقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۭ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ۝ ﴾ (محمد : ۳۲)

"یعنی بلاشبہ جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور اللہ کے راستہ سے (لوگوں کو) روکا اور ان کے سامنے ہدایت واضح ہونے کے بعد انہوں نے رسول کی مخالفت کی' وہ اللہ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے' اور عنقریب ان کے اعمال مٹا دیئے جائیں گے۔"

مندرجہ بالا آیات یہود و نصاریٰ کے علاوہ ان مسلمانوں پر بھی دلالت کرتی ہیں جو مرتد ہو گئے۔ چنانچہ پہلی آیت میں ﴿كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ﴾ کے الفاظ اپنے عموم پر اُن لوگوں پر دلالت کر رہے ہیں جنہوں نے اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کیا' گویا مرتد ہو گئے۔

دوسری آیت بھی قتادہ کے نزدیک مرتدین کے بارے میں ہے۔ باقی آیات میں مرتدین بھی شامل ہیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الجامع القرطبی (ج ۴' ص ۱۲۰' ۱۹۶' ج ۵' ص ۴۱۵' ج ۱' ص ۱۸۰' ج ۱۲' ص ۱۷' ج ۴' ص ۱۲۹' ۱۳۱' ج ۱' ص ۲۱۰) البتہ آخری آیت اپنے اندر کفار اور منافقین دونوں کا احتمال رکھتی ہے۔ (فی ظلال القرآن' سید قطب شہید' ج ۲۶' ص ۷۵)

ارتداد سنّت نبوی ؐ میں

ارتداد (ردّت) کا لفظ سنّت نبوی ؐ میں بکثرت آیا ہے' کہیں اصطلاحی معنی میں اور کہیں لغوی معنی میں۔ کہیں کفر کا لفظ آیا ہے جس سے ارتداد بھی مراد لیا جا سکتا ہے اور کہیں تبدیلی کا لفظ استعمال ہوا ہے اور کہیں تارک الدین یا مفارق الجماعت کہہ کر مرتد کی صفت کے ذریعے ارتداد کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً:

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : أُسْرِيَ بِالنَّبِيِّ ﷺ إِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ ثُمَّ جَاءَ مِنْ لَيْلَتِهِ فَحَدَّثَهُمْ بِمَسِيْرِهِ وَبِعَلَامَةِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ وَبِعِيْرِهِمْ فَقَالَ نَاسٌ قَالَ حَسَنٌ (اِسْمُ اَحَدِ الرَّاوِيِّيْنَ) نَحْنُ نُصَدِّقُ مُحَمَّدًا بِمَا يَقُوْلُ۔ فَارْتَدُّوْا كُفَّارًا فَضَرَبَ اللّٰهُ اَعْنَاقَهُمْ مَعَ اَبِيْ جَهْلٍ (٦)

"حضرت ابن عباس ؓ سے مروی ہے۔ فرمایا کہ نبی ﷺ کو شب میں سیر کرائی گئی بیت المقدس کی جانب' پھر آپ اسی شب میں واپس آ گئے اور آپ نے اپنی سیر کی کیفیت کفار سے بیان فرمائی اور بیت المقدس کی علامت اور اُن کے قافلہ کی کیفیت' تو راوی حدیث حضرت حسن کہتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے کہا ہم محمد (ﷺ) کو سچا کہتے ہیں ان باتوں میں جو انہوں نے کہی ہیں (لیکن) پلٹ پڑے کفر ہی کی طرف' پس اللہ تعالیٰ نے ابو جہل کی ہمراہی میں ان کی گردنیں مار دیں۔"

اس حدیث میں "فَارْتَدُّوْا كُفَّارًا" کہہ کر ارتداد کے اصطلاحی معنی بیان کئے گئے ہیں کہ پس وہ "لوٹ گئے کافر ہو کر" یعنی ایمان کے بعد کفر اختیار کر لیا۔

(۲) مِنْ حَدِيْثِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ (.... قَالَ ﷺ ((لَيْسَ لَكِ عَلَيْهِ نَفَقَةٌ وَلَا سُكْنٰى وَلَبِسْتُ لَهُ فِيْكِ رِدَّةٌ وَعَلَيْكِ الْعِدَّةُ فَانْتَقِلِيْ اِلٰى اُمِّ شَرِيْكٍ.....)) (٧)

"پس حضور ﷺ نے فرمایا : نہ تو اس شوہر پر تیرا نفقہ واجب ہے اور نہ

حق سکونت اور نہ تو اس کی جانب لوٹ سکتی ہے' اور تیرے ذمہ پر اس کی عدت لازم ہے' لہذا ام شریک کے یہاں منتقل ہو جا۔"

اس حدیث میں ارتداد کے لغوی معنی "رجوع" بیان کئے گئے ہیں۔

(۳) حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ قَالَ حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : ((اِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِاَخِيْهِ يَا كَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِهِ اَحَدُهُمَا))(۸)

"ابو داؤد نے کہا کہ ہم سے حدیث بیان کی صخر بن جویریہ نے' انہوں نے نافع سے' انہوں نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا : جب کوئی شخص اپنے (مسلم) بھائی کو کہتا ہے : او کافر' تو یقیناً یہ کفران دونوں میں سے کسی ایک کی جانب رجوع کر جاتا ہے۔"

(۴) اَخبرنا عِمْرَانُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ : قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ))(۹)

"حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : "جو شخص اپنا دین تبدیل کر دے اس کو قتل کر دو۔"

نسائی نے اس حدیث کو سات سندوں سے روایت کیا ہے۔

اس حدیث میں تبدیلی دین سے تبدیلی دین اسلام مراد ہے جس پر قائم رہنا لازمی ہے۔ اس کی دو دلیلیں ہیں۔ ایک تو اللہ کے نزدیک دین اسلام ہی شرعاً معتبر ہے اور دوسرے یہ کہ اگر اس سے مراد غیر اسلام ہو تو بالفرض کوئی اپنا دین (غیر اسلام) تبدیل کر کے اسلام میں داخل ہو تو کیونکر قتل کا سزاوار ہے؟ اس لئے ثابت ہوا کہ اس حدیث میں لفظ "دین" سے مراد دین اسلام ہی مقصود ہے۔

(۵) حَدَّثَنَا اَبُوْدَاوُدَ قَالَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُرَّةَ يُحَدِّثُ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ((لَا یَحِلُّ دَمُ امْرِیءٍ مُسْلِمٍ اِلاَّ بِاَحْدَی ثَلَاثٍ : الثَّیِّبُ الزَّانِیْ وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ وَالتَّارِکُ لِدِیْنِہٖ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ)) (۱۰)

"یعنی حضرت مسروق عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کسی مسلمان کا خون سوائے تین معاملات میں سے کسی ایک معاملے کے حلال نہیں ہے۔ ایک شادی شدہ زانی' ایک (قتل) نفس کے عوض قتل نفس' ایک جو اپنے دین کو چھوڑ کر (مسلمانوں کی) جماعت کو ترک کر دے۔"

اس حدیث میں ترکِ دین اور مفارقت جماعت سے مراد مفارقت جماعت اسلام ہے۔ یہ امر کفر کے سبب ہوتا ہے نہ کہ بغاوت یا بدعت کے سبب۔ کفر ہی کے ذریعے ترکِ کلی ہو سکتا ہے نہ کے بغاوت یا بدعت کے ذریعے۔ کیونکہ ان ہر دو صورتوں میں دین کے بہت سے خصائل میں سے صرف ایک ہی خصلت کا ترک لازم آتا ہے۔ اسی لئے باغی کا قتل دفع بغاوت کے لئے ہوتا ہے جب کہ کفر کے سبب اسلام کو کلی طور پر چھوڑ دینے کے سبب ارتداد لازم آتا ہے اور ارتداد مرتد کے قتل کا موجب ہے۔ خواہ کفر کسی نوعیت کا ہو۔ چنانچہ اس کے قتل کی غرض و غایت بھی قتل باغی سے مختلف ہے۔ (اس موضوع پر تفصیلی بحث آگے آئے گی)

ارتداد فقہ میں

مشہور حنفی امام سمرقندی نے **تحفۃ الفقہاء** میں ارتداد کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ارتداد ایمان سے رجوع کا نام ہے (۱۱)۔ امام کاسانی نے لکھا ہے کہ لغوی اعتبار سے ردّت کے معنی ہیں لوٹ جانا' پلٹ جانا' پھر جانا اور شرع کی اصطلاح میں ایمان سے پلٹ جانے کو ردّت (ارتداد) کہتے ہیں (۱۲)۔

مالکی فقہاء کے نزدیک ردّت کے معنی ہیں کسی مسلم ثابت الاسلام کا صریح قولِ کفر یا ایسے الفاظ سے جو کفر کا مقتضی ہو یا ایسے فعل سے جو کفر کا مستلزم ہو کفر اختیار

کرلینا(۱۳)۔

مالکی فقیہہ خرشی نے ردّت کو مسلمان کے کفر سے تعبیر کرتے ہوئے لکھا ہے "حقیقۃ الردۃ عبارۃ عن قطع الاسلام من تکلف" یعنی ردۃ کے معنی اسلام کو بتکلف قطع کردینا ہے(۱۴)۔

قلیوبی الشافعی نے لکھا ہے کہ ارتداد اسلام کا قطع کرنا ہے ساتھ نیت کفر کے یا قولِ کفر کے یا فعل کفر کے۔(۱۵)

مغنی المحتاج (فقہ شافعی) میں ردّت کی تعریف کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ لغت میں ردّت کے معنی ایک شے کا کسی دوسری شے کی جانب رجوع کر جانا ہے اور اس کے شرعی معنی اسلام کو قطع کر دینا ہیں، خواہ نیت کے ذریعہ ہو یا کلامِ کفر یا فعل کفر کے ذریعہ ہو، خواہ استہزاء کے طور پر ہو یا عناد کے سبب ہو یا عقیدہ کے لحاظ سے ہو(۱۶)۔

ابن قدامہ حنبلی نے مرتد کو دین اسلام سے کفر کی طرف رجوع کرنے والا کہا ہے(۱۷)۔

الاقناع (فقہ حنبلی) میں لکھا ہے کہ مرتد وہ شخص ہے جو اسلام کے بعد کفر اختیار کرلے، اگر صاحب تمیز ہو اور بخوشی ایسا کیا ہو، خواہ مزاحاً ہی یہ عمل صادر ہوا ہو(۱۸) ۸

امام ابو محمد ابن حزم ظاہری نے مرتد کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہر وہ شخص جس کا مسلمان ہونا صحیح طور پر بایں صورت ہو چکا ہو کہ اس نے سوائے دین اسلام کے دیگر تمام ادیان سے بیزاری کا ثبوت دیا ہو، پھر وہ اسلام سے پھر جائے تو ایسا شخص مرتد کہلائے گا(۱۹)۔

مشہور شیعہ فقیہہ علامہ المحقق الحلی نے اپنی مشہور کتاب شرائع الاسلام میں لکھا ہے کہ مرتد وہ فرد ہے جو اسلام کے بعد کفر اختیار کرے(۲۰)۔

طوسی امام نے امام ابی جعفر صادق سے مرتد کی تعریف نقل کی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ محمد بن مسلم سے مروی ہے، اس نے کہا کہ میں نے ابی جعفر سے مرتد کے

بارے میں سوال کیا' آپ نے فرمایا کہ وہ شخص مرتد ہے جو اسلام سے پھر گیا' اور جو کچھ محمد ﷺ پر نازل ہوا اپنے اسلام کے بعد اس کا انکار کیا(۲۱)۔

ابن تیمیہ نے مرتد کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے کہ مرتد اپنے اسلام کے بعد کافر ہے۔ پس جس شخص نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنایا' اس کی ربوبیت یا اسکی صفات میں سے کسی صفت یا اس کی بعض کتب یا اسکے بعض رسولوں کا انکار کیا(۲۲) یا اس نے اللہ کو سب وشتم کیا' تحقیق وہ کافر ہو گیا۔

ایک جدید مصنف عبداللہ مراغی نے لکھا ہے کہ ردّت اسلام سے رجوع کا نام ہے۔ اس کا رکن ایمان کے بعد زبان پر کلمۂ کفر جاری کرنا ہے(۲۳)۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ارتداد کے موضوع پر ایک مختصر رسالہ "الشہاب لرجم الخاطف المرتاب" کے نام سے لکھا تھا۔ اس میں ارتداد' یعنی اسلام سے کفر کی طرف پھر جانے کی دو صورتیں لکھی ہیں۔ ایک یہ کہ کوئی مسلمان صریحاً اسلام سے انکار کر بیٹھے اور دوسرے یہ کہ ایسا نہ ہو مگر بعض ضروریاتِ دینیہ اور قطعیاتِ شرعیہ سے انکار کرے۔ بالفاظ دیگر کسی ایسے صاف' قطعی اور بدیہی امر دین سے انکار کرے جو انکارِ رسالت کو مستلزم ہو۔ دونوں صورتوں میں ایسا شخص مرتد یعنی اسلام سے نکل کر کفر میں جانے والا کہلائے گا۔

مندرجہ بالا اقوال پر غور و فکر کرنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ایک عاقل و بالغ و مختار مسلمان کا اعتقاداً' قولاً یا فعلاً اسلام سے روگردانی اختیار کرنا ارتداد کہلائے گا۔

باب : ۲

شرائط ارتداد

ارتداد کے لئے بلوغ، عقل اور اختیار تینوں شرائط کا پایا جانا لازمی ہے، بخلاف اسلام کے، اسلام لانے کے لئے عقل اور اختیار لازم ہیں، بلوغ شرط نہیں۔ نابالغ کے اسلام کے بارے میں حضرت علی اور ابن الزبیر ؓ کا اسلام لانا نصاً ثابت ہے۔ امام ابو حنیفہ ؒ اور صاحبین، نیز اسحاق، ابن ابی شیبہ اور ابو ایوب بچے کے اسلام کی صحت کے قائل ہیں۔ (۲۴) اس کے برخلاف امام شافعی اور امام زفر بچے کے اسلام کی صحت کے قائل نہیں ہیں، جب تک کہ وہ بچہ بالغ نہ ہو جائے۔ (۲۵)

امام کاسانی نے لکھا ہے کہ مرتد ہونے کی صورت کے لئے چند شرطیں ہیں۔

اوّل یہ کہ وہ عاقل ہو۔ چنانچہ دیوانے، نا سمجھ اور نابالغ کی ردّت قابل لحاظ نہ ہوگی۔ جو شخص بعض حالتوں میں دیوانہ ہو جاتا ہو اور بعض حالات میں افاقہ پایا جاتا ہو، اگر وہ افاقہ کی حالت میں ردّت کا ارتکاب کرے تو قابل اعتبار ہوگا، ورنہ نہیں۔ (۲۶)

امام سرخسی نے اس مسئلہ پر اپنی شہرۂ آفاق کتاب "المبسوط" میں بڑی مدلل اور شان دار بحث کی ہے اور تمام آراء اور اقوال کا مناقشہ کیا ہے۔ امام سرخسی نے حضور ﷺ کی متعدد احادیث سے استناد کرنے کے بعد آیت قرآنی ﴿وَاٰتَیْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِیًّا﴾ (مریم : ۱۱) پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب بچہ رسالت کا اہل ہے تو اسلام کا بھی ہوگا۔ (۲۷) سورۂ مریم میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ۣ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۝ ﴾

(مریم : ۳۰)

"تحقیق میں اللہ کا بندہ ہوں، مجھے بخشی گئی تھی کتاب اور بنایا گیا نبی۔"

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہلوایا گیا جب کہ وہ ابھی بچے تھے۔

راجح یہ ہے کہ بچّہ کا اسلام معتبر ہو گیا۔ خود حضور ﷺ نے کسی کا اسلام خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، ردّ نہیں فرمایا۔

یہاں منطقی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بچّہ کا اسلام معتبر ہونے کے ساتھ اس کی ردّت کا کیا حکم ہو گا؟ اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ و امام محمد اور امام ابو یوسف کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام محمد نے فرمایا ہے کہ ردّت کے لئے بالغ ہونا شرط نہیں ہے، بلکہ اگر نابالغ، عاقل و سمجھ دار ہو تو اس کا ارتداد قابل لحاظ ہو گا، اور امام ابو یوسف کے نزدیک بالغ ہونا شرط ہے، لہٰذا نابالغ کا ارتداد خواہ وہ عاقل و سمجھ دار ہو، قابل لحاظ نہ ہو گا۔ (۲۸) شافعیہ چونکہ بچّے کے اسلام ہی کے قائل نہیں ہیں لہٰذا ان کے نزدیک بچّہ کا مرتد ہونا بھی قابل اعتبار نہ ہو گا۔ لیکن امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور امام مالک کے ظاہر مذہب اور امام احمد بن حنبل کے مشہور مذہب (۲۹) کے بموجب ایک ایسے بچّے کا ارتداد جو سن تمیز کو پہنچ چکا ہو قابل اعتبار ہو گا (۳۰) لیکن اس پر حکم شرعی کا مرتب ہونا اس کے بالغ ہونے تک موقوف رہے گا۔ بالغ ہونے پر اس کو تین روز کی مہلت دی جائے گی۔ اگر وہ کفر پر اصرار کرے گا تو اس پر ارتداد کا حکم (یعنی قتل) جاری کر دیا جائے گا۔ (۳۱)

شافعیہ کے نزدیک ارتداد اس شخص کا معتبر ہو گا جو عاقل، بالغ اور صاحب اختیار ہو، لہٰذا بچے، دیوانے، مجبور کا ارتداد قابل اعتبار نہ ہو گا، یعنی اُن پر ارتداد کا حکم مرتب نہ ہو گا۔ (۳۲)

علماءِ حنبلیہ کے نزدیک نادان بچے، دیوانے، پاگل یا جس کی عقل کسی دَورے یا نیند (شراب) میں زائل ہو گئی ہو، اس کا ارتداد قابل اعتبار نہ ہو گا، یعنی اُن کی ردّت صحیح نہ ہو گی اور اُن کا اسلام قابل اعتبار ہو گا۔ لیکن جو بچّہ صاحب تمیز ہو، اسلام کے معنی (توحید و رسالت) سمجھتا ہو اس کا اسلام لانا اور مرتد ہو جانا دونوں قابل اعتبار ہوں گے۔ (۳۳)

شیعہ جعفریہ مذہب کی رو سے ارتداد کے معتبر ہونے میں عاقل' بالغ اور صاحب اختیار ہونا شرط ہوگا۔ (۳۴) اکثر علماءِ زیدیہ بھی بچے کے ارتداد کی عدمِ صحت کے قائل ہیں۔ (۳۵)

سطورِ ماقبل میں ہم نے صبی متمیز (ایسا بچہ جو سنِ تمیز کو پہنچ چکا ہو) کے اسلام کو صحیح قرار دیتے ہوئے یہ دلیل پیش کی تھی کہ حضور ﷺ نے کسی کا اسلام رد نہیں فرمایا' اس کا سبب یہ ہے کہ اسلام انسان کے لئے ایک خیر و برکت اور سعادت ہے' اس لئے اس کو اِس سعادت سے محروم نہ کیا جائے گا' اس کے برخلاف اس کا ارتداد اختیار کرنا اس کے حق میں ایک "ضرر" ہے۔ اس لئے اُس سے اِس ضرر کو اُس وقت تک دُور رکھا جائے گا جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔ بعدہ ارتداد پر قائم رہنے کی صورت میں اس ضرر کو اس کے ذمہ لازم کردیا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ بچے پر حد جاری نہیں ہوتی' وہ اکثر احکامِ شرع کا مکلف نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں اس پر حکم کا موقوف رکھنا ہی انسب ہے۔

بلوغ کے بعد ارتداد کی دوسری شرط عقل ہے۔ اصولِ فقہ کا یہ عام قاعدہ ہے کہ غیر عاقل احکامِ شرع کا مکلف نہیں ہوتا۔ چنانچہ ایک پاگل شخص کا نہ اسلام معتبر ہوگا اور نہ ارتداد۔ (۳۶)

یہاں یہ سوال پیدا ہونا لازمی ہے کہ اگر کوئی شخص نشہ آور (حرام) شے استعمال کرکے نشہ کی حالت میں مرتد ہو جائے تو کیا اس کا ارتداد شرعاً معتبر ہوگا؟! اس کا جواب یہ ہے کہ نشہ کے سبب عقل کے معطل ہو جانے کی بناء پر اُس کے قول کا اس وقت تک اعتبار نہ کیا جائے گا جب تک کہ اس کا نشہ زائل نہ ہو جائے' اس کے بعد یا تو وہ اسلام کی طرف لوٹے گا یا ردّت اختیار کرے گا اور اسی کے مطابق حکم مرتب ہوگا۔

امام ابو حنیفہ کے نزدیک بحالت نشہ ارتداد معتبر نہیں۔ چنانچہ امام سرخسی نے المبسوط (۳۷) میں لکھا ہے کہ جب کوئی شخص مخمور (بحالت نشہ) مرتد ہو جائے تو قیاساً

اس کی بیوی اس سے بائن (جدا) ہو جائے گی' کیونکہ شخص مخمور اپنے اقوال و افعال کے معتبر ہونے میں ایک صحیح (غیر مخمور) شخص کی مانند ہے' یہاں تک اگر وہ شخص مخمور اپنی بیوی کو (بحالت نشہ) طلاق دے تو وہ اس سے جدا ہو جائے گی اور اگر خرید و فروخت کی یا کسی شے کا اقرار کیا تو وہ اس کی طرف صحیح قرار دیا جائے گا' لیکن استحسان کا مقتضی یہ ہے کہ عورت اس سے (بربناء ردت) جدا نہ ہو' کیونکہ ارتداد کی بنیاد اعتقاد پر ہے اور ہم اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں کہ شخص مخمور جو کہتا ہے اس پر اعتقاد نہیں رکھتا۔ اسی سبب سے اگر وہ حالت نشہ میں کلمۂ کفر بک جائے تو اس سے تعرض نہ کیا جائے گا۔

امام کاسانی نے بھی لکھا ہے کہ جو شخص نشہ میں مدہوش ہو چکا ہو اس کی ردت قابل اعتبار نہ ہو گی۔ یہ حکم استحسان پر مبنی ہے۔ (۳۸)

امام شافعی کا اگرچہ خود اپنا قول حالت نشہ میں ارتداد کے بارے میں عدم صحت کا ہے لیکن شافعی مذہب اس کی صحت کا قائل ہے۔ (۳۹)

امام احمد بن حنبل کے اس سلسلے میں دو قول بیان کئے جاتے ہیں' اظہر قول صحت کے بارے میں ہے۔ (۴۰) چنانچہ ابن قدامہ حنبلی نے اپنی کتاب "المغنی" میں لکھا ہے کہ "جو شخص مرتد ہو گیا در آں حالیکہ وہ نشہ میں تھا' اس کو قتل نہیں کیا جائے گا' یہاں تک کہ وہ افاقہ پا جائے اور ارتداد کے وقت سے تین یوم گزر جائیں۔ پس اگر وہ حالت نشہ میں مر گیا تو وہ کافر مرا"۔ (۴۱)

بالفاظِ دیگر شخص مخمور کا ارتداد (اصلاً) صحیح ہو گا لیکن نشہ کی حالت میں قتل نہیں کیا جائے گا' بلکہ ہوش میں آنے کے بعد تین یوم تک توبہ کا مطالبہ جاری رہے گا۔ اس کے ارتداد پر مصر اور قائم رہنے کی صورت میں قتل کر دیا جائے گا۔ (۴۲)

نتیجہ فکر

عربی زبان میں نشہ کے لئے "سکر" کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ فقہی اصطلاح میں "سکر" سے نشہ کی وہ کیفیت مراد ہے جس میں نفع و نقصان کی تمیز نہ کی جا

سکے۔ فقہاءِ حنفیہ نے سکران (مخمور) کی دو تعریفیں بیان کی ہیں، ایک یہ سکران وہ شخص ہے جو زمین و آسمان اور مَرد و عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں کر سکتا۔ (۴۳) دوسری تعریف یہ ہے کہ "نشہ ایک سرور کا نام ہے جو عقل پر غالب آ جائے، اور وہ (شخص مخمور) اپنے کلام میں (مغلوب العقل ہونے کی بناء پر) ہذیان بکنے لگے۔ (۴۴)

پہلی تعریف امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب ہے اور دوسری تعریف صاحبین (امام ابویوسف و محمد) کی طرف منسوب ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے اقوال بھی صاحبین کی طرف منسوب تعریف کے مطابق ہیں۔ اور یہی تعریف متاخرین علماء نے بھی پسند کی ہے۔ (۴۵)

میری ناچیز رائے میں شخص مخمور کے ارتداد کے بارے میں احناف کی رائے استحساناً درست معلوم ہوتی ہے، کیونکہ ارتداد کا تعلق اعتقاد سے ہے اور حالت نشہ میں اس شخص سے اعتقادی قصد ارادہ کا تصور نہیں ہو سکتا۔

ارتداد کی تیسری شرط "اختیار" ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شخص غیر مختار (مکرہ) کا ارتداد شرعاً صحیح سمجھا جائے گا یا نہیں؟ ائمہ اربعہ کا نقطہ نظر یہ پایا جاتا ہے کہ جو شخص کفر پر مجبور کیا گیا اور اس سے کلمۂ کفر سرزد ہو گیا تو وہ کافر نہ ہو گا۔ (۴۶)

چنانچہ بدائع الصنائع میں اختیار و رضامندی کو ارتداد کی شرط کے طور پر حالت اکراہ میں ارتداد کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جس شخص پر کلمۂ کفر کے اجراء کے لئے جبر کیا گیا ہو وہ مرتد متصور نہ ہو گا۔ (۴۷)

زیدیہ بھی حالت اکراہ میں ارتداد کی عدمِ صحت کے قائل ہیں۔ (۴۸)

شیعہ جعفریہ کے نزدیک اگر کفر پر مجبور کیا گیا ہو تو یہ ارتداد قابل لحاظ نہ ہو گا۔ چنانچہ اگر مرتد نے کفر اختیار کرنے کے متعلق یہ دعویٰ کیا کہ اس کو مجبور کیا گیا تھا اور جبر کا قرینہ موجود ہوا تو اس کا یہ عذر قابل اعتبار ہو گا۔ (۴۹) حالت اکراہ میں ارتداد

کے صحیح نہ ہونے کی بنیاد حسب ذیل آیت قرآنی پر قائم ہے :

﴿ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ ﴾ (النحل : ١٠٦)

"یعنی جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر کرے (وہ اگر) مجبور کیا گیا ہو اور دل اس کا ایمان پر مطمئن ہو (تب تو خیر) مگر رضامندی سے کفر کو قبول کر لیا تو اس پر اللہ کا غضب ہے اور ایسے لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے۔ "

اس آیت میں اُن مسلمانوں کو جن پر کفار کے ہاتھوں ہر قسم کے ظلم توڑے جا رہے تھے اور ان مسلمانوں کو ناقابل برداشت اذیتیں دے دے کر کفر پر مجبور کیا جا رہا تھا' بتایا گیا تھا کہ اگر تم کسی وقت ظلم سے مجبور ہو کر جان بچانے کے لئے کلمۂ کفر زبان سے ادا کر دو اور تمہارا دل ایمان پر مطمئن اور عقیدہ کفر سے محفوظ ہو تو قابل معافی ہے۔ اللہ تعالیٰ (آخرت میں) کوئی مؤاخذہ نہ کرے گا۔

مندرجہ بالا آیت قرآنی کے علاوہ حسب ذیل حدیث اس مسئلہ میں نص ہے :

"صحابی رسول عمار بن یاسرؓ کی آنکھوں کے سامنے ان کے والدین کو سخت عذاب دے کر شہید کیا گیا اور پھر عمار بن یاسر کو ناقابل برداشت اذیت دی گئی' آخر کار انہوں نے اپنی جان بچانے کے لئے وہ کہہ دیا جو کفار اُن سے کہلوانا چاہتے تھے۔ عمار بن یاسر روتے ہوئے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا تُرِكْتُ حَتّٰى سَبَبْتُكَ وَذَكَرْتُ اٰلِهَتَهُمْ بِخَيْرٍ "یا رسول اللہ! مجھے نہ چھوڑا گیا جب تک میں نے آپ کو برا اور ان کے معبودوں کو اچھا نہ کہہ دیا۔ حضورؐ نے پوچھا "كَيْفَ تَجِدُ قَلْبَكَ" یعنی تم اپنے دل کا کیا حال پاتے ہو؟ عمار بن یاسر نے عرض کیا۔ "مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ" "ایمان پر پوری طرح مطمئن"۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا: اِنْ عَادُوْا فَعُدْ یعنی "اگر وہ پھر اس طرح کا ظلم کریں تو تم پھر یہی باتیں کہہ دینا۔ "

دوسری حدیث جو حکم میں عام ہے، یہ ہے :

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : ((اِنَّ اللّٰہَ تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِیَ الْخَطَأَ وَالنِّسْیَانَ وَمَا اسْتُکْرِھُوْا عَلَیْہِ)) (۵۰)

"یعنی حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالٰی نے میری اُمت کو خطا، بھول اور جس فعل کے کرنے پر مجبور کیا گیا، اس سے بری الذمہ کر دیا ہے۔""

از روئے قیاس بھی ارتداد اختیار کو چاہتا ہے، اس لئے شخص غیر مختار کا ارتداد شرعاً قابل اعتبار نہ ہونا چاہیے۔

لیکن یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ ہر قسم کے جبر یا اکراہ پر یہ استثنائی حکم صادق نہ آئے گا، بلکہ اکراہ کی ان شرائط کا لحاظ ضروری ہوگا جو شرعاً معتبر ہیں، جن کا مختصر ذکر سطور ذیل میں کیا گیا ہے۔

اکراہ کی تعریف

اکراہ یا جبر کسی شخص کا وہ قول یا فعل ہے جو دوسرے شخص کو اس کی خواہش کے خلاف اس فعل کے کرنے (یا قول کے کہنے) پر مجبور کرے۔ (۵۱) (جس کا جبر کرنے والا خواہش مند ہو)

اکراہ کی قسمیں

امام کاسانی نے اپنی مشہور کتاب بدائع الصنائع (۵۲) میں اکراہ، اس کی اقسام اور شرائط پر بڑی تفصیل سے بحث کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ اکراہ کی دو قسمیں ہیں :

۱) اکراہِ تام ۲) اکراہِ ناقص

اکراہِ تام

اکراہِ تام وہ ہے کہ جس میں انسان مضطر اور مجبور ہو جاتا ہے اور نتیجتاً اس کی

رضا معدوم اور اختیار سلب ہو جاتا ہے۔ مثلاً قتل یا جسم کے کسی عضو کے قطع کرنے کی دھمکی یا ایسی مار کی دھمکی جس سے جان جانے کا خطرہ ہو۔ اکراہِ تام کو اکراہِ ملجی (۵۳) بھی کہا گیا ہے جس کے معنی ہیں ایسا اکراہ جو اس فعل کے کرنے پر مجبور کر دے۔

اکراہِ ناقص

اکراہِ ناقص وہ ہے جس میں صرف رضا معدوم ہو جاتی ہے اور اختیار فاسد ہو جاتا ہے نہ کہ معدوم، مثلاً ایسی دھمکی دی گئی ہو جس سے جان جانے یا جسم کے کسی عضو کے ضائع ہونے کا کوئی اندیشہ نہ ہو۔ مثلاً قید وغیرہ۔ اس اکراہ کو فقہاء نے "اکراہِ غیر ملجی" (۵۴) بھی کہا ہے جس کے معنی ہیں ایسا اکراہ جو اس فعل کے کرنے پر مضطر و مجبور نہ کرے۔

شرائطِ اکراہ

امام کاسانی نے اکراہ کی دو شرطیں بیان کی ہیں :

۱) پہلی شرط کا تعلق مُکرِہ یعنی جبر کرنے والے شخص سے ہے۔ اور

۲) دوسری شرط کا تعلق مُکرَہ یعنی اس شخص سے ہے جس کو مجبور کیا گیا ہو۔

چنانچہ مجبور کرنے والے شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس فعل کے کرنے پر قادر ہو جس کی دھمکی دی گئی ہے اور جس شخص کو مجبور کیا جا رہا ہو اس کو اس امر کا یقین (ظنِ غالب) ہو کہ دھمکی دینے والا وہ فعل جس کی دھمکی دی گئی ہے کر گزرے گا۔

نتیجہ فکر

چنانچہ اگر کوئی شخص اکراہِ تام کی صورت میں کلمۂ کفر زبان سے نکالے مگر دل ایمان پر قائم اور مطمئن ہو تو ایسی صورت میں وہ شخص شرعاً مؤاخذہ دار نہ ہو گا لیکن اکراہِ ناقص یا غیر ملجی کی صورت میں یہ حکم نہ ہو گا۔

باب : ۳

موجباتِ ارتداد

سابقہ ابواب میں ارتداد کے معنی و مفہوم اور اس کی شرائط سے بحث کی گئی ہے۔ اس باب میں ان امور سے بحث کی جائے گی جو ارتداد کا موجب ہیں۔ یہ امور چار ہیں :

(۱) ارتداد اعتقادی (اعتقاد میں ارتداد)
(۲) ارتداد قولی (قول میں ارتداد)
(۳) ارتداد فعلی (فعل میں ارتداد)
(۴) ارتداد ترکِ فعل (ترکِ فعل میں ارتداد)

ارتدادِ اعتقادی (اعتقاد میں ارتداد)

ایسے امور جن کا اعتقاد رکھنے سے ارتداد لازم آتا ہے، متعدد ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلا اور بنیادی مسئلہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں اعتقاد سے متعلق ہے۔ فقہاءِ اسلام کا اس امر میں بالکلیہ اتفاق ہے کہ جس شخص نے کسی کو اللہ کا شریک کیا، یا اللہ کے وجود کا انکار کیا، یا اس کی کسی صفت ثابتہ (ثابت شدہ صفت) کی نفی کی یا اللہ کے واسطے کسی ایسی شے کو ثابت کیا جس کا خدا نے انکار کیا ہے، مثلاً اللہ کا بیٹا ہونا، یا اس کے برعکس، یا مثلاً مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کا انکار، جزاء و سزا اور جنت و دوزخ کا انکار، رسولوں اور ملائکہ کا انکار، تو ایسا شخص کافر ہے۔ یا جس کسی شخص نے اللہ تعالیٰ کی تخفیف و تذلیل کی، خواہ انکاراً یا ہزاناً، وہ شخص بھی کافر ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں اعتقاد کے مسئلہ کے ضمن میں حنابلہ نے

"وساطت" کے مسئلہ کو بھی لے لیا ہے۔ چنانچہ ان کے نزدیک کسی کا بندے اور خدا کے درمیان ایسے واسطہ کا عقیدہ رکھنا کہ اسی واسطہ پر توکل کیا جائے، اسی سے دعا کی جائے اور اسی سے مانگا جائے، اجماعاً کفر ہوگا۔(۵۵)

اعتقاد کے سلسلہ کا دوسرا اہم امر قرآن پاک کے بارے میں عقیدہ سے متعلق ہے۔ چنانچہ یہ بات عام ہے کہ جو شخص قرآن پاک (کل یا اس کے کسی جزو) کا انکار کرے، کافر ہے۔ بعض کے نزدیک بجرد ایک کلمہ کا انکار کفر ہے اور بعض ایک حرف کے انکار پر کفر کے قائل ہیں۔(۵۶) جس طرح کہ قرآن کے بارے میں تناقض و اختلاف، اس کے اعجاز میں شک اور اس کے مثل یا اس کے احترام کے ساقط ہونے کا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔(۵۷) تحریف قرآن کا قائل ہونا بھی کفر و ارتداد ہے۔

البتہ قرآن کی کسی تفسیر و تاویل کا انکار کرنا یا اس تفسیر و تاویل کا رد کرنا کفر نہ ہوگا، بشرطیکہ وہ تفسیر و تاویل ضروریات دین میں سے نہ ہو۔ کیونکہ تفسیر و تاویل ایک امر اجتہادی اور فعل بشری ہے جس میں غلطی کا امکان ہے۔ البتہ قرآن مجید کی نص صریح سے جس شے کی حلت یا حرمت ثابت ہو رہی ہو اس کے متعلق خلاف مدلول نص کا قائل ہونا بھی کفر و ارتداد ہے۔ مثلاً نماز کی فرضیت کا انکار کفر ہے۔

امام ابن حزم فرماتے ہیں(۵۸) کہ جو شخص اسلام میں باطن و ظاہر کا قائل ہو اور اس نے یہ عقیدہ رکھا ہو کہ اس باطن کو ہر کس و ناکس نہیں پا سکتا، ایسا شخص کافر اور قابل قتل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ﴿ إِنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴾ (المائدۃ:۹۵) اور ﴿ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ ﴾ (النحل: ۴۴) "یعنی ہمارے رسول کا ذمہ ہے واضح طور پر پہنچا دینا" اور "تاکہ واضح کردیں آپ لوگوں کے لئے جو کچھ نازل کیا گیا ہے، ان کی طرف۔ پس جو شخص اس کا مخالف ہے اس نے قرآن کی تکذیب کی۔

قرآن کے ساتھ ہی یہ مسئلہ بھی مربوط ہے کہ جو شخص حضور ﷺ کے لائے ہوئے دین کے بعض احکام کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ حضور ﷺ نے جھوٹ

بولا' ایسا شخص کافر و مرتد ہے۔ ایسا شخص بھی کافر ہو گا جو ایک ایسی شے کو حلال سمجھتا ہو جس کو حدیث متواتر کے ذریعہ اجماعاً حرام قرار دیا جا چکا ہو۔(۵۹)

یہاں ایک نکتہ کی وضاحت ازبس ضروری ہے۔ وہ یہ کہ بعض احکام ایسے ہیں جو شارع ﷺ کی جانب سے بذریعہ حدیث متواتر منقول ہیں اور ان پر اجماع ہے۔ یہ احکام ضروریات (بدیہات) دین کی تعریف میں آتے ہیں' مثلاً نماز اور زکوۃ کا وجوب' زنا اور شراب (خمر) اور خنزیر کا حرام ہونا۔ ان کا حرام ماننا اسلام ہے اور ان احکام یا ان میں سے کسی حکم کا جو حدیث متواتر سے اجماعاً ثابت ہیں' انکار کرنا کفر ہو گا۔ لیکن اگر کوئی حکم یا اس کی فرع حدیث متواتر سے اجماعاً ثابت نہ ہو' بلکہ اس پر صرف اجماع ہو تو اس کا انکار کرنے والا کافر نہ ہو گا' کیونکہ اس کا انکار حدیث متواتر کا انکار نہ ہو گا بلکہ ایک جزوی مجمع علیہ مسئلہ کا انکار ہو گا اور محض ایک مجمع علیہ مسئلہ کا انکار کفر نہیں ہے۔

قول میں ارتداد

امام کاسانی نے لکھا ہے کہ کلمۂ کفر کا زبان پر جاری کرنا ارتداد کا رکن ہو گا۔(۶۰) چنانچہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہے اس کے بارے میں فقہاءِ کبار کا اتفاق ہے کہ وہ کفر کا مرتکب ہوا۔ خواہ اس نے مزاح یا استہزاء کے طور پر ایسا کیا ہو۔(۶۱) اس کی دلیل قرآن پاک میں سورۃ التوبہ کی یہ آیات ہیں :

﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ۭ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۭ ﴾ (التوبة:۶۵'۶۶)

"اور اگر ان سے پوچھئے تو کہہ دیں گے ہم تو محض مشغلہ اور خوش طبعی کر رہے تھے۔ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ کیا اللہ کے ساتھ اور اس کی آیتوں کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ تم ٹھٹھا کرتے تھے تو اب یہ (بے ہودہ) عذر مت کرو' تم خود کو مؤمن کہہ کر کفر کرنے لگے۔"

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اللہ کو برا بھلا کہنے والا قتل کیا جائے گا خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم۔ نیز حضور ﷺ کو برا کہنے والے کے بارے میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ ایسا شخص واجب القتل ہے۔ امام ابن تیمیہ نے اپنی کتاب "الصارم المسلول" میں نہایت شرح وبسط کے ساتھ اس پر بحث کی ہے۔ واقعہ منقول ہے کہ ایک نصرانی نے رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہا۔ ابن تیمیہ اپنی تلوار لے کر اس کے پیچھے دوڑے تا آنکہ اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ اس موضوع پر مشہور شافعی فقیہہ تقی الدین السبکی نے بھی ایک کتاب لکھی ہے اور اس کا نام "السَّیفُ المَسلول علٰی من سَبَّ الرَّسول" ہے اور رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہنے والے کے قتل کا فتویٰ دیا ہے۔ امام ابن حزم بھی ایسے شخص کو مرتد قرار دیتے ہیں اور اس پر مرتد کا حکم مرتب کرتے ہیں۔ (٦٣)

البتہ علماء نے اس مسئلہ میں یہ بیان کیا ہے کہ حاکم کو چاہئے کہ وہ سب وشتم کے کلمات کہنے والے کے حالات پر غائر نظر سے غور کرے اور صورت حال کا جائزہ لے کر فیصلہ کرے۔ ساتھ ہی یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ وہ کلمات کس درجہ کے ہیں۔ نیز یہ کہ کہنے والا دینی حالت میں کس درجہ متہم ہے۔ نیز یہ کہ وہ سُنّت کا کس درجہ میں تارک ہے یا الحاد کی دعوت دینے میں اس کا کیا رویہ ہے۔ نیز یہ کہ کیا اس سے بھول یا زبان سے لغزش سرزد ہوئی ہے؟

واضح ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو سب وشتم کرنے والے کا قتل کفراً نہیں ہے بلکہ حداً و تعزیراً ہے۔ (رد المحتار)

انبیاء علیہم السلام کو برا بھلا کہنا

علماء اسلام کے درمیان اس مسئلہ میں اتفاق رائے پایا جاتا ہے کہ جن انبیاءِ کرام کی نبوت قطعی اور یقینی ہے ان کو برا بھلا کہنے والا کافر ہے۔ گویا کہ اس نے ہمارے نبی ﷺ کو برا بھلا کہا۔ البتہ جن انبیاء کی نبوت کا ثبوت ہم پر قطعی دلائل سے نہیں ہوا ان کے حق میں برا بھلا کہنے والے کو زجر و توبیخ کی جائے گی اور سزا دی

جائے گی۔ (۶۳)

امہات المؤمنین، خلفاءِ اربعہ اور صحابہ کو بُرا کہنا

کبار فقہاء کا اس بارے میں اتفاق ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جس نے برا بھلا کہا یا آپ کی ذات پر طعن کیا اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔ اس کی دلیل خود قرآن پاک کی وہ آیتیں ہیں جو آپ کی براءت کے سلسلے میں نازل ہوئی ہیں۔ (۶۴) پس جس کسی نے حادثۂ افک کے بارے میں اس کے بعد طعن کیا اس نے قرآن کو جھٹلایا اور قرآن کو جھٹلانے والا کافر ہے۔ امام ابن تیمیہ نے ان تمام حوادث کو اپنی کتاب الصارم المسلول میں بیان کیا ہے۔ جن کے بارے میں طعن کرنے والا سزاوار قتل ہوتا ہے۔ (۶۵)

البتہ جہاں تک دوسری زوجات نبی ﷺ کا تعلق ہے اس کے بارے میں دو رائے ہیں۔ ایک رائے یہ ہے کہ دوسری زوجات کے خلاف طعن کرنے والے کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر طعن کرنے والے کی مثل کافر قرار دیا جائے گا اور اسے قتل کر دیا جائے گا۔ دوسری رائے یہ ہے کہ دیگر زوجات کو صحابۂ کرام کی مثل قرار دے کر ان پر طعن کرنے والے کو کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔ اکثریت اسی رائے کے ساتھ معلوم ہوتی ہے۔ (۶۶) علامہ سبکی نے اپنی فتاویٰ میں ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ خلیفۂ ثانی حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کی زبان کاٹ دی تھی کیونکہ اس نے ایک صحابی کو برا بھلا کہا تھا۔ (۶۷)

راقم الحروف کے نزدیک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حادثۂ افک کے بارے میں طعن کرنے والا قتل کا مستحق ہے، اس لئے کہ وہ طعن کرکے اس "حق" کا انکار کرتا ہے جو خدائے تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت میں ظاہر کیا ہے، لیکن علاوہ اس کے کسی دوسرے امر میں طعن کرنا "انکارِ قرآن" یا "کفر" کے مترادف نہ ہوگا۔ اسی طرح دوسری زوجاتِ مطہرات کا معاملہ ہے۔

کفر اور قتل

علامہ شیخ شلتوت نے لکھا ہے کہ حدود روایات احادیث سے ثابت نہیں ہوتیں اور کفر بنفسہٖ کسی کے خون کو حلال کرنے والا نہیں ہوتا۔ جو چیز خون کو حلال کرنے والی ہے وہ مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار ہونا اور ان کے دین (اسلام) میں فتنہ انگیزی کرنا ہے۔ (۶۸) ابن دقیق العید نے تارک الصلوٰۃ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ اس وقت تک قتل نہ کیا جائے گا جب تک کہ وہ (اپنے ترک پر) مسلمانوں سے مقاتلہ و مجادلہ نہ کرے۔ (۶۹) بالفاظ دیگر محض ترک صلوٰۃ موجب قتل نہیں ہے' بلکہ اس ترک پر اصرار کے ساتھ مسلمانوں سے مبارزت طلبی اور ان کے ساتھ مقاتلہ موجب قتل ہوگا۔

اعتقادی اور قولی ارتداد کا فرق

اعتقاد کا ارتداد جب اس شخص کی زبان کے ذریعے ظاہر ہوتا ہے تو وہ ارتداد قولی ہو جاتا ہے۔ اگر وہ شخص اس کو چھپائے تو وہ منافق ہوگا لیکن اس سے دنیا میں مواخذہ کیا جائے گا حتیٰ کہ اس کا ارتداد ظاہر اور ثابت و قائم نہ ہو جائے۔

ارتداد فعلی

بعض افعال ایسے ہیں جن کے کرنے سے بعض فقہاء کے نزدیک کفر لازم آتا ہے۔ مثلاً قرآن پاک یا اس کے کسی جز کو نجس جگہ میں رکھنا یا اس پر نجاست لگانا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے جس کی توقیر ہر مسلمان کے ذمے واجب ہے۔ کسی ایسے شخص سے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہو اور مسلمان ہو' قرآن پاک کی اہانت و تذلیل کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر وہ ایسا کرتا ہے تو در حقیقت وہ کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔

فقہاء کی ایک غالب اکثریت اس امر پر متفق ہے کہ جس شخص نے کسی بُت' سورج یا چاند کو سجدہ کیا وہ کافر ہو گیا۔ کیونکہ سجدہ کرنا اللہ کے واسطے خاص ہے۔ پس

جس شخص نے غیر اللہ کو سجدہ کیا گویا اس نے اس غیر اللہ کی تعظیم کی جو اس کے اسلام سے خارج ہونے کی دلیل ہے۔ گویا وہ عملاً توحید کا منکر اور مشرک ہو گیا۔

ارتداد ترکِ فعل سے

بعض افعال ایسے ہیں جن کے ترک سے ارتداد لازم آتا ہے۔ اس ضمن میں ایسے فرائض و واجبات آتے ہیں جن کا عمداً تارک مرتد کے درجہ میں شمار ہوتا ہے۔ البتہ اس میں بنیادی اور فیصلہ کن بات یہ ہو گی کہ اس کا ترک کسی سستی و کاہلی یا غفلت کے سبب ہے یا فرضیت و وجوب سے انکار کے طور پر۔ چنانچہ جو مسلمان نماز و زکوٰۃ کی فرضیت کا منکر ہو وہ کافر ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص سستی، کاہلی، غفلت یا حرص کے سبب زکوٰۃ ادا نہ کرتا ہو یا نماز نہ پڑھتا ہو گو اسکے وجوب کا قائل ہو، وہ کافر نہ ہو گا۔ یہ خلاصہ ہے ان تمام مباحث کا جو مختلف کتب فقہ میں مذکور ہیں۔ (۷۰)

خلاصہ یہ کہ خدائے تعالیٰ کی ذات و صفات، اشرف المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت اور ضروریاتِ دین میں سے کسی امر دین کا انکار، جو انکارِ رسالت کو مستلزم ہو، ارتداد کا موجب اور سبب ہے۔ چنانچہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی بھی شخص کو کسی طرح کا بھی نبی مانتا ہو وہ بھی رسالت محمدی کے انکار ہی کو مستلزم ہوتا ہے، اور ایسا شخص کافر و مرتد قرار پائے گا کیونکہ ختم نبوت کا عقیدہ ضروریاتِ دین میں داخل ہے۔ (اس موضوع پر امام العصر مولانا سید انور شاہ کشمیری کی تالیف "اکفار الملحدین" شائع کردہ مجلس علمی کراچی، ایک بے نظیر کتاب ہے۔ تفصیلی مطالعہ کے لئے اس کتاب کی طرف رجوع کیا جائے)

ارتداد کا ثبوت

حنفیہ کے نزدیک ارتداد کے دو عادل مرد شاہدوں کی گواہی ضروری ہے۔ چنانچہ اگر کسی کے کفر پر دو عادل شاہد گواہی دیں تو امام (حاکم وقت) پر لازم ہو گا کہ ان سے وجہ کفر کی مکمل وضاحت طلب کرے۔ (۷۱)

شافعیہ کے نزدیک ردّت کا ثبوت ایک روایت کے بموجب مطلق شہادت سے ہو جائے گا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ شاہدوں پر وضاحت کرنا لازم ہے۔ امام (حاکم وقت) ان سے وضاحت کا مطالبہ کرے گا۔ پہلے قول کے مطابق اگر شاہدوں نے صرف اتنا کہا کہ یہ شخص مرتد ہو گیا یا اس نے کفر اختیار کر لیا اور مدعا علیہ نے اس کا انکار کیا تو شہادت کی بنیاد پر ارتداد کا حکم دیا جائے گا' انکار قابل لحاظ نہ ہو گا' اِلاّ یہ کہ اگر اس کے انکار کے حق میں کوئی ایسا قرینہ موجود ہو جو اس کے انکار کی صداقت پر دلیل ہو سکے تو حلف کے بعد اس کا انکاری قول معتبر ہو گا۔ (۷۲) راقم الحروف کے نزدیک شافعیہ مذہب میں دوسری روایت پر عمل کرنا مناسب ہو گا۔ جیسا کہ حنفیہ مذہب میں بھی ہے۔

باب : ۴

ارتداد کے اثرات ونتائج

مرتد کی ذات سے متعلق احکام

مرتد کی سزا

مرتد کی ذات سے متعلق احکام میں سب سے پہلا مسئلہ اس کی سزا کا ہے۔ ارتداد اور اس کی سزا کے بارے میں قاضی عبدالقادر عودہ نے اپنی کتاب "التشریع الجنائی"(۷۴) میں لکھا ہے کہ :

"رد کی دو سزائیں ہیں :

(۱) سزائے اصلی جو قتل ہے،

(۲) سزائے طبعی جو جرمانہ یا تاوان ہے۔"

قتل

شریعت اسلام میں ارتداد کے جرم میں جو سزا مقرر کی گئی ہے وہ قتل ہے جس کی اصل یہ آیت ہے:

﴿ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ ﴾ (البقرۃ : ۲۱۷)

"جو شخص تم (مسلمانوں) میں سے اپنے دین سے پلٹ جائے گا تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو جائیں گے اور یہی لوگ اہل دوزخ ہوں گے جو ہمیشہ اس میں رہیں گے"۔

مرتد کے قتل کے بارے میں حضور ﷺ کا ارشاد ((مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ))

"جس نے اپنا دین تبدیل کیا پس تم اس کو قتل کر دو" مرتد کے قتل کر دینے پر صریح نص ہے۔

شریعت اسلام کا ردّت کے جرم کے بعد اس کی سزا قتل مقرر کرنا اس بناء پر ہے کہ یہ جرم دین اسلام کی ضد ہے اور اسی دین اسلام پر جماعت کا اجتماعی نظام قائم رہ سکتا ہے۔ لہٰذا اس جرم کی سزا میں تساہل اختیار کرنا اس نظام اجتماعی کے درہم برہم کرنے کا سبب ہو گا۔ اسی وجہ سے اس جرم پر سخت ترین سزا مقرر کی گئی ہے تاکہ معاشرہ سے مجرم کا استیصال ہو جائے اور نظامِ اجتماعی کی نگہداشت ایک طرح سے قائم رہے اور دوسری طرح اس جرم کے لئے مانع موجود ہو۔

اس امر میں کوئی شک نہیں کہ قتل کی سزا سے زیادہ مہتم بالشان لوگوں کو ان کے جرم سے روکنے کے لئے کوئی سزا نہیں ہو سکتی۔ اور جب کبھی ایسے عوامل پیدا ہوں گے جو جرم کے دفعیہ کا ثبوت بنیں تو قتل کی سزا نفس انسانی میں غالباً ایسے عوامل کو پیدا کرنے والی ہو گی جو جرم کے ارتکاب سے روکنے والے ہوں اور اکثر حکومتیں، عصر حاضر ہیں، ایسے اجتماعی نظام کو سخت ترین سزاؤں سے قائم رکھنے کی کوشش کرتی ہیں۔

جرمانہ یا تاوان

جرمانہ یا تاوان کی سزا طبعی ہے جو قتل کے ذیل میں ہے جس کا تعلق مرتد کے مال سے ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام مالک ؒ اور شافعی ؒ نیز امام احمد بن حنبل ؒ کے مذہب کے مطابق یہ تاوان اس کے تمام مال پر عائد ہو گا۔ اور امام ابو حنیفہ ؒ کا مذہب جس کو بعض حنبلی فقہاء نے بھی اختیار کیا ہے، "یہ ہے کہ مرتد کا وہ مال جو اس نے ارتداد کے بعد کمایا اس پر یہ تاوان عائد کیا جائے گا" لیکن اس کا وہ مال جو اس نے ردّت سے پہلے حاصل کیا وہ اس کے مسلمان ورثاء کا حق ہو گا۔ امام احمد بن حنبل ؒ کا ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ اگر وہ مال ردّت کے بعد کا حاصل کردہ ہو اور مرتد کا کوئی وارث موجود ہو تو وہ

مال مرتد کے وارث کا ہو گا' لیکن یہ روایت غیر مشہور ہے۔

ڈاکٹر عبد العزیز عامر نے اپنی مشہور کتاب "التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیۃ"(۷۵) میں لکھا ہے کہ مرتد کے لئے قتل کی سزا بہت سے صحابہ سے مروی ہے جن میں حضرت ابوبکر' عمر' عثمان' علی' معاذ بن جبل اور ابن عباس (رضوان اللہ علیہم اجمعین) شامل ہیں اور ان میں سے کسی نے بھی مرتد کی اس سزا کا انکار نہیں کیا' اس لئے اس پر اجماع ہو گیا۔

چنانچہ کہا جا سکتا ہے کہ ارتداد کا جرم ہونا قرآن پاک اور سنت سے نصاً ثابت ہے اور اس پر اجماع ہے اور مرتد کی سزا (قتل) سنت اور اجماع سے ثابت ہے۔

مرتد کی سزا اور قرآن کریم

ادارہ طلوعِ اسلام لاہور سے بھی ایک کتاب "قتل مرتد" کے بارے میں شائع ہوئی ہے جس میں اس نقطۂ نظر کی تبلیغ کی گئی ہے کہ اسلام میں ارتداد سرے سے کوئی جرم ہی نہیں ہے' لہٰذا سزا کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے؟ (ص ۳۷) کتاب کے مصنف کے نزدیک ﴿ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ﴾ (البقرۃ : ۲۵۶) اور ﴿ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ﴾ (الکھف : ۲۹) کا مفہوم یہ ہے کہ یہ انسان کے ارادہ و اختیار کا مسئلہ ہے' دین کے معاملہ میں جو راہ چاہے اختیار کرے۔ بلکہ ان کے نزدیک ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا ﴾ (النساء : ۱۳۷) کی رو سے تو اسلام اور کفر کے دروازے آمدورفت کے لئے کھلے رہتے ہیں۔ (ص : ۴۳) جس کا جی چاہے اور جتنی بار چاہے آئے جائے' کوئی روک ٹوک نہیں۔ صبح کافر شام مسلمان' صبح کو پھر کافر شام کو پھر مسلمان اور پھر صبح کو کافر ہو جائے تو انہیں اس میں بھی کوئی قباحت نظر نہیں آتی' گویا دین نہ ہوا' بازیچہ اطفال ہو گیا۔ چنانچہ کتاب کے مصنف لکھتے ہیں :

> "مرتد کے معاملے میں قرآن نے واضح الفاظ میں بتا دیا ہے کہ اسلام کے بعد کفر اختیار کر لینا کوئی جرم نہیں' ہر شخص کو اجازت ہے کہ وہ مسلمان

> رہے یا اسلام چھوڑ کر کفر اختیار کر لے۔ اس لئے جب یہ چیز جرم ہی نہیں تو اس کی سزا کیسی؟ بناء بریں بات یوں ٹھہری کہ قرآن نہ تو ارتداد کو جرم قرار دیتا ہے اور (اس لئے) نہ اس کی سزا تجویز کرتا ہے۔ اس کے برعکس وہ کہتا ہے کہ "جس کا جی چاہے اسلام چھوڑ کر کفر اختیار کر لے۔" (ص: ۳۷۔۳۸)

مصنف کتاب کے مندرجہ بالا مزعومات کے خلاف صرف یہی قرآنی واقعہ نقل کرنے کے لئے کافی ہے کہ "حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے بنی اسرائیل کو جب خدا نے فرعون کی غلامی سے نجات دی اور فرعونیوں کی دولت کا مالک بنا دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک ٹھہرے ہوئے وعدے کے موافق حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنا کر کوہِ طور تشریف لے گئے جہاں آپ نے چالیس راتیں خدا کی عبادت اور لذتِ مناجات میں گزاریں اور توراۃ شریف آپ کو عطا کی گئی۔

اُدھر تو یہ ہو رہا تھا اور اِدھر سامری کی فتنہ پردازی نے بنی اسرائیل کی ایک بڑی جماعت کو آپ کے پیچھے راہِ حق سے ہٹا دیا ﴿وَأَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ﴾ یعنی سونے چاندی کا ایک بچھڑا بنا کر کھڑا کر دیا جس میں سے کچھ بے معنی آواز بھی آتی تھی۔ بنی اسرائیل جو کئی صدیوں تک مصری بت پرستوں کی صحبت بلکہ غلامی میں رہے تھے اور جنہوں نے عبورِ بحر کے بعد بھی ایک بت پرست قوم کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ بے ہودہ درخواست کی تھی کہ:

﴿اِجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ﴾ یعنی ہمارے لئے بھی ایسا ہی معبود بنا دیجئے جیسے ان کے معبود ہیں۔ وہ سامری کے اس بچھڑے پر مفتوں ہو گئے اور یہاں تک کہہ گزرے کہ یہی تمہارا اور موسیٰ کا خدا ہے جس کی تلاش میں موسیٰ بھول کر اِدھر اُدھر پھر رہے ہیں۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کی جانشینی کا حق ادا کیا اور اس کفر و ارتداد سے باز آ جانے کی ہدایت کی:

﴿ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِىْ
وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِىْ ۝ ﴾ (طٰهٰ:۹۰)

"اے لوگو! تم اس بچھڑے کے سبب فتنہ میں ڈال دیئے گئے ہو حالانکہ تمہارا پروردگار (تنہا) رحمٰن ہے' تو تم میری پیروی کرو اور میری بات مانو۔"

لیکن وہ اپنی اس سخت مرتدانہ حرکت پر جمے رہے۔ بجائے توبہ کے یہ کہا کہ:

﴿ لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ۝ ﴾
(طٰهٰ:۹۱)

"ہم برابر اپنے اس فعل پر جمے رہیں گے یہاں تک کہ خود موسیٰ (علیہ السلام) ہماری طرف واپس آئیں۔"

ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پروردگار نے اطلاع دی کہ تیری قوم تیرے پیچھے فتنہ (ارتداد) میں پڑ گئی۔ وہ غصہ اور غم میں بھرے ہوئے آئے' اپنی قوم کو سخت سست کہا' حضرت ہارون علیہ السلام سے بھی بازپرس کی' سامری کو بڑے زور سے ڈانٹا اور ان کے بنائے ہوئے معبود کو جلا کر راکھ کر دیا اور دریا میں پھینک دیا۔

یہ سب ہوا لیکن ان مرتدین کی نسبت خدا کا کیا فیصلہ رہا جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے گوسالہ پرستی اختیار کر لی تھی؟ تو دنیا میں تو ان کے لئے خدا کا فیصلہ یہ تھا:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ
فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُفْتَرِيْنَ ۝ ﴾
(الاعراف:۱۵۲)

"جنہوں نے بچھڑے کو معبود بنایا ضرور ان کو دنیا میں ذلت اور خدا کا غضب پہنچ کر رہے گا اور مفترین کو ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں"۔

اور اس غضب و ذلت کے اظہار کی صورت عبادِ عجل کے حق میں یہ تجویز ہوئی جو سورۂ بقرہ میں ہے:

﴿ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى

بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ ﴾ (البقرة: ۵۴)

"اے قوم بنی اسرائیل! تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا تو اب خدا کی طرف رجوع کرو، پھر اپنے آدمیوں کو قتل کرو"۔

اور ﴿ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ﴾ میں "اَنْفُسَكُمْ" کے معنی وہی ہیں جو ﴿ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ ﴾ میں ہیں۔ اور قتل کو اپنے حقیقی اور اصلی معنی سے (جو ہر طرح کے قتل کو خواہ لوہے سے ہو یا پتھر سے، شامل ہے) پھیرنے کی کوئی وجہ موجود نہیں بلکہ غضب اور ذلت فی الحیوۃ الدنیا کا لفظ اس کے لئے نہایت ہی مناسب ہے اور یہی غضب کا لفظ دوسری جگہ عام مرتدین کے حق میں بھی آیا ہے۔ جیسا کہ فرماتے ہیں:

﴿ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ ﴾ (النحل: ۱۰۶)

اس حکم کا نتیجہ جیسا کہ روایات میں ہے، یہ ہوا کہ کئی ہزار آدمی جرم ارتداد میں خدا کے حکم سے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے قتل کیے گئے اور صورت یہ ہوئی کہ قوم میں سے جن لوگوں نے بچھڑے کو نہیں پوجا تھا ان میں سے ہر ایک نے اپنے اس عزیز و قریب کو جس نے گوسالہ پرستی کی تھی، اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ اور جیسا کہ بعض روایات میں آیا ہے قاتلین کا اپنے عزیزوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کرنا یہ اس کی سزا تھی کہ انہوں نے اپنے آدمیوں کو ارتداد سے روکنے میں کیوں تساہل کیا۔

الحاصل واقعہ عجل سے یہ بات بخوبی واضح ہو گئی کہ مرتدین کی ایک جماعت کو جس کی تعداد ہزاروں سے کم نہیں تھی، حق تعالیٰ نے محض ارتداد کے جرم میں نہایت اہانت اور ذلت کے ساتھ قتل کرایا اور ارتداد بھی اس درجہ کا قرار دیا گیا کہ توبہ بھی ان کو خدائی سزا سے محفوظ نہ رکھ سکی، بلکہ توبہ کی مقبولیت بھی اسی صابرانہ مقتولیت پر مرتب ہوئی۔

کہا جا سکتا ہے کہ یہ واقعہ موسوی شریعت کا ہے۔ امت محمدیہ کے حق میں اس

سے تمسک نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن معلوم ہونا چاہئے کہ پہلی امتوں کو جن شرائع اور احکام کی ہدایت کی گئی ہے اور قرآن نے ان کو نقل کیا ہے وہ ہمارے حق میں بھی معتبر ہیں اور ان کی اقتداء کا امر ہم کو بھی ہے جب تک کہ خاص طور پر ہمارے پیغمبر یا ہماری کتاب اس حکم سے ہم کو علیحدہ نہ کردیں۔

چند انبیاء مرسلین کے تذکرہ کے بعد جن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی ہیں' نبی کریم ﷺ کو خطاب ہوا ہے کہ : ﴿ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ ﴾ (الانعام:۹۱) "یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے ہدایت کی تو آپ بھی ان کی ہدایت پر چلئے۔" (الشہاب الرجم الخاطف المرتاب' مولانا شبیر احمد عثمانی' دیو بند' ص۱۶۔۱۹)

ایک اور دلیل

سورۂ بقرہ میں فرمایا :

﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ ﴾ (آیت ۳۹)

"اور جن لوگوں نے انکار کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہ اصحاب نار ہیں اور وہ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔"

سورۂ آل عمران میں ارشاد ہوا ہے :

﴿ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ ﴾ (آل عمران : ۸۵)

"اور جو کوئی چاہے سوا دین اسلام کے اور کوئی دین سو اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں خراب ہے۔"

آگے ارشاد ہوتا ہے :

﴿ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ

وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ○ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ○ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۗ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○ ﴾ (آل عمران:۸۶، ۸۹)

”کیونکر راہ دے گا اللہ ایسے لوگوں کو کہ کافر ہو گئے ایمان لا کر اور گواہی دے کر کہ بے شک رسول سچا ہے اور آئیں ان کے پاس نشانیاں روشن اور اللہ راہ نہیں دیتا ظالم لوگوں کو۔ ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی، ہمیشہ رہیں گے اس میں، نہ ہلکا ہو گا عذاب ان سے اور نہ ان کو فرصت ملے گی، مگر جنہوں نے توبہ کی اس کے بعد اور نیک کام کئے تو بے شک اللہ غفور رحیم ہے۔“

آگے ارشاد ہوتا ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ○ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ۗ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ○ ﴾

(آل عمران: ۹۰، ۹۱)

”جو لوگ منکر ہوئے مان کر، پھر بڑھتے رہے انکار میں، ہرگز قبول نہ ہو گی ان کی توبہ اور وہی ہیں گمراہ، جو لوگ کافر ہوئے اور مر گئے کافر ہی تو ہرگز قبول نہ ہو گا کسی ایسے سے زمین بھر سونا اور اگرچہ بدلے میں دیا جائے اس قدر سونا، ان کے لئے عذاب دردناک ہے اور کوئی نہیں ان کا مددگار۔“

سورۂ نساء میں ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا○ ﴾ (النساء: ۱۳۷)

"جو لوگ مسلمان ہوئے، پھر کافر ہو گئے، پھر مسلمان ہوئے، پھر کافر ہو گئے، پھر بڑھتے رہے کفر میں تو اللہ ان کو ہرگز بخشنے والا نہیں اور نہ دکھائے گا ان کو راہ۔"

سورۂ نحل میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ ﴾ (النحل: ۱۰۶)

"جو کوئی منکر ہوا اللہ سے یقین لانے کے پیچھے، مگر وہ نہیں جس پر زبردستی کی گئی اور اس کا دل برقرار ہے ایمان پر، لیکن جو کوئی دل کھول کر منکر ہوا، سو اُن پر غضب ہے اللہ کا اور ان کو بڑا عذاب ہے۔"

ان آیات کے مجموعی مطالعے سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مرتد کے خلاف اللہ کی سخت وعید ہے، اس کے لئے سخت عذاب ہے، اس کے لئے اللہ کی سخت ناراضگی ہے۔

اب یہ بات کوئی آوارۂ عقل ہی کہہ سکتا ہے کہ:

"قرآن ارتداد کو جرم ہی قرار نہیں دیتا، جس کا جی چاہے اسلام چھوڑ کر کفر اختیار کر لے۔" (ص: ۳۸)

اگر یہ کوئی جرم (گناہ) نہیں ہے تو آخرت میں مسئولیت کیسی؟ اور خدا کا غضب کیوں؟ شاید کوئی کج فہم یہ اعتراض کرے کہ ان آیات میں مرتد کے اعمال ضائع ہونے، ان پر خدا کی لعنت برسنے، آخرت میں غضب الٰہی کا شکار ہونے اور عذاب دیئے جانے کا ذکر ہے، ان آیات میں مرتد کے قتل کئے جانے کا حکم مذکور نہیں ہے۔

اس کا جواب تو وہی ہے جو سطورِ ما قبل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام والے واقعہ کے ذکر میں دیا جا چکا ہے جو مرتد کی سزائے قتل کا بدیہی ثبوت ہے۔ اور دوسرے جواب کے لئے قتل عمد کے سلسلے میں حسب ذیل آیت قرآنی پر نگاہ ڈالئے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ۝ ﴾

(النساء:۹۳)

"اور جو شخص کسی مسلمان کو عمداً قتل کرے گا تو (آخرت میں) اس کی سزا جہنم ہو گی جس میں ہمیشہ رہتا ہو گا اور اس پر اللہ غضب اور لعنت کرے گا اور ایسے شخص کے لئے خدا نے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے"۔

اس آیت کو پڑھ کر ایک نافہم شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ قرآن نے اس آیت میں قتل عمد کا بدلہ صرف یہ قرار دیا ہے کہ اس کو دوزخ میں خلود ہو گا اور اللہ کا غصہ اور اس کی لعنت اس پر ہے اور خدا نے اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ یعنی قاتل کے لئے اخروی عذاب تو ہے مگر اس آیت میں دنیا میں اس کے لئے سزائے موت نہیں ہے۔ اسی طرح قرآن نے قتل اولاد، دروغ حلفی، ناپ تول میں کمی وغیرہ میں کوئی سزا مقرر نہیں کی بلکہ عذابِ آخرت کی تنبیہہ کی ہے، گویا ان کے لئے بھی کوئی سزا نہ ہونا چاہئے۔ لیکن ایک صحیح الفہم اور صحیح الفکر شخص قرآن کے مجموعی مطالعہ اور متعلقہ احکام و اسلامی تعلیمات کو سامنے رکھے گا، جو کہ رسول اللہ کے ذریعے اس تک پہنچی ہیں جن کو نہ ماننے والوں کے لئے قرآن کا فیصلہ ہے:

﴿ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝ ﴾ (النساء:۱۱۵)

"اور جس کسی نے رسول کی مخالفت کی ہدایت ظاہر ہو جانے کے بعد اور مؤمنین کے راستہ کے سوا کسی اور راستہ پر چلا تو ہم اس کو حوالے کریں گے اس چیز کے جس کو وہ اختیار کرتا ہے اور داخل کریں گے دوزخ میں اور وہ بڑا ٹھکانہ ہے۔"

دنیا کی بیشتر سیاسی جماعتوں کا بھی یہ قانون ہے۔ جیسا کہ پاکستان میں بھی پولٹیکل

پارٹیز ایکٹ ۱۹۶۲ء سے بھی ثابت ہے کہ اگر کوئی اسمبلی کا ممبر اپنی پارٹی بدل کر دوسری پارٹی میں شامل ہو گا تو وہ اپنی رکنیت اور تمام ثمرات و فوائد سے محروم ہو جاتا ہے لیکن مصنف کتاب "دین حق" پارٹی میں شامل افراد کو کھلی چھٹی دینا چاہتے ہیں کہ وہ جب چاہیں اس سے باغی ہو جائیں، ان پر کوئی حد یا تعزیر نہیں۔

حدیث میں مرتد کی سزا

ارتداد سے مرتد (مرد) کا خون حلال ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی مشہور حدیث ((مَنْ بَدَّلَ دِیْنَہٗ فَاقْتُلُوْہُ)) سے ثابت ہے کہ جس نے اپنے دین (اسلام) کو بدلا، اس کو قتل کر دو۔ یہ حدیث حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت خالد بن ولیدؓ اور متعدد دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور تمام کتب حدیث میں موجود ہے۔ مزید احادیث ذیل میں ملاحظہ ہوں:

۱) حضرت عکرمہؓ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس زندیق لائے گئے، آپ نے ان کو جلا کر مار ڈالا۔ جب اس کی خبر حضرت ابن عباسؓ کو پہنچی تو آپؓ نے کہا: "اگر میں ہوتا تو رسول اللہ کی ممانعت کے سبب ان کو جلا کر نہ مارتا کہ لوگوں کو اللہ کے عذاب کے ساتھ عذاب نہ دو، البتہ میں ان کو قتل کر دیتا، رسول اللہ کے فرمان کے بموجب کہ جس نے اپنا دین بدلا پس تم اس کو قتل کر دو۔"

۲) ابو موسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کو (ابو موسیٰ اشعریؓ کو) یمن کا حاکم مقرر کر کے بھیجا۔ پھر اس کے بعد معاذ بن جبلؓ کو ان کے معاون کی حیثیت سے روانہ کیا۔ جب معاذ وہاں پہنچے تو انہوں نے اعلان کیا کہ لوگو! میں تمہاری طرف اللہ کے رسول کا فرستادہ ہوں۔ ابو موسیٰ اشعریؓ نے ان کے لئے تکیہ رکھا تاکہ ان سے ٹیک لگا کر بیٹھیں، اتنے میں ایک شخص پیش ہوا جو پہلے یہودی تھا، پھر مسلمان ہوا، پھر یہودی ہو گیا۔ معاذؓ نے کہا: میں ہرگز نہ

بیٹھوں گا جب تک کہ یہ شخص قتل نہ کر دیا جائے' اللہ اور رسول کا یہی فیصلہ ہے۔ معاذؓ نے یہ بات تین دفعہ کہی۔ آخر کار جب وہ قتل کر دیا گیا تو معاذ بیٹھ گئے۔

واضح رہے کہ معاذ بن جبلؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ کی تقرری آنحضرت ﷺ کے حکم سے عمل میں آئی تھی اور یہ واقعہ آپ کے زمانہ مبارک میں پیش آیا۔ مرتد کی سزائے موت کا اس سے زیادہ مصدقہ ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے؟

یہ واقعہ حضور ﷺ کے عہد مبارک کا ہے۔ یہ دونوں اصحاب رسول اللہ کی طرف سے یمن کی گورنری و نائب گورنری کے عہدوں پر مقرر تھے۔ اگر موسیٰ و معاذ رضی اللہ عنہما کا یہ فیصلہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم و منشا کے خلاف ہوتا تو یقیناً ان سے بازپرس ہوتی اور تنبیہہ کی جاتی۔

۳) حضرت عبداللہؓ ابن مسعود سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا: "کسی مسلمان مَرد کا خون حلال نہیں جو اس بات کی شہادت دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اور کسی مسلم مَرد کا خون حلال نہیں مگر تین افراد کے —— ایک وہ جس نے اسلام کو ترک کر دیا ہو' دوسرے شادی شدہ زانی اور تیسرے قتل کے بدلے قتل۔ (قصاص)

۴) حضرت عثمانؓ بن عفان سے مروی ہے کہ آپؓ نے فرمایا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "کسی مسلمان مَرد کا خون حلال نہیں مگر یہ کہ وہ تین افراد میں سے ایک ہو:

(الف) وہ جس نے شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کا ارتکاب کیا ہو۔
(ب) وہ مَرد جس نے کسی دوسرے کا ناحق خون کیا ہو۔
(ج) وہ مَرد کہ جو اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا ہو"۔

(۵) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ایک دوسری روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے' آپ فرماتے ہیں: "کسی مسلمان کا خون حلال نہیں مگر تین

جرموں کی پاداش میں : ایک یہ کہ اس نے شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کے جرم کا ارتکاب کیا ہو' جس کی سزا سنگساری کے ذریعے مار ڈالنا ہے' دوسرے یہ کہ کسی نے عمداً قتل کا ارتکاب کیا ہو' اس پر قصاص ہے' تیسرے یہ کہ کوئی اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا ہو' اس کی سزا قتل ہے۔"

تاریخ کی مستند کتابوں میں یہ واقعہ صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ جب لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل ناحق پر آمادہ ہوئے اور آپؓ کے مکان کا محاصرہ کیا تو حضرت عثمانؓ نے اپنے مکان کی چھت پر کھڑے ہو کر بآواز بلند یہ حدیث پڑھی اور باغیوں کو قتل سے باز رکھنا چاہا۔

۶) حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے قرآن کی ایک آیت کا بھی انکار کیا تو اس کی گردن مارنا جائز ہو گیا' یعنی اس شخص کو قتل کر دیا جائے گا۔

۷) حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ عبداللہ بن سعد بن ابی السرح کاتب وحی تھا۔ شیطان نے اسے گمراہ کر دیا۔ پس وہ کافروں سے جا ملا' لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن حکم دیا کہ وہ (جہاں کہیں ملے) قتل کر دیا جائے۔

۸) حضرت سعد سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن عبداللہ بن سعد بن السرح حضرت عثمان بن عفانؓ کے پاس جا کر چھپ رہا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کو حضور ﷺ کے سامنے کھڑا کر دیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! عبداللہ سے بیعت لے لیجئے۔ حضور ﷺ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور عبداللہ کی طرف دیکھا تین مرتبہ' اور ہر مرتبہ آپؐ عبداللہ سے بیعت لینے میں رُکے اور توقف فرمایا' پھر تیسری مرتبہ کے بعد آپؐ نے اس سے بیعت لے لی۔ پھر آپ نے اپنے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی دانشمند آدمی نہ تھا کہ جب وہ میری طرف دیکھ رہا تھا اور میں

نے اس کی بیعت لینے سے اپنے ہاتھ کو روک رکھا تھا تو وہ اس عبداللہ کو قتل کر دیتا۔

۹) حضرت جریر سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ مَیں نے نبی ﷺ کو فرماتے سنا کہ جب کوئی غلام شرک کی طرف راہِ فرار اختیار کرے تو اس کا خون حلال ہو جاتا ہے۔ (یہی حکم آزاد مسلمان مَرد کا بھی ہوگا)

۱۰) حضرت زید بن اسلم سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنا دین (اسلام) بدلا اس کی گردن مار دو۔

۱۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی مسلمان مَرد کا خون حلال نہیں مگر اس مَرد کا جس نے شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کیا ہو، یا اسلام لانے کے بعد کفر (انکار) اختیار کیا ہو یا جان کے بدلے جان، یعنی کسی کی جان لی ہو۔

مرتد کی سزا از روئے حدیث کے تحت (۱) لغایت (۱۱) احادیث کی عربی عبارتیں حسب ذیل ہیں:

۱) حدثنا محمد بن الفضل قال حدثنا حماد بن زید عن ایوب عن عِكْرِمَةَ، قَالَ : أُتِىَ عَلِىٌّ بِزَنَادِقَةٍ فَاَحْرَقَهُمْ فَبَلَغَ ذٰلِكَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ : لَوْ كُنْتُ اَنَا لَمْ اُحْرِقْهُمْ لِنَهْىِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((لَا تُعَذِّبُوْا بِعَذَابِ اللّٰهِ)) وَلَقَتَلْتُهُمْ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ)) (بخاری، ج۲، ص۱۰۲۳، مطبوعه کراچی۔ و ترمذی مطبوعه اصح المطابع، ص ۲۳۰، کتاب الحدود، مع تقدیم و تاخیر و تغیر۔ و ابن ماجه ص ۱۸۲ مختصراً۔ و ابو داؤد، ج۲، ص ۵۹۸)

۲) قال حدثنا ابو بُردة عن ابی موسٰی قال : اَقْبَلْتُ اِلَى النَّبِيِّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ مَعِيَ رَجُلَانِ مِنَ الْاَشْعَرِيِّيْنَ اَحَدُهُمَا عَنْ يَمِيْنِيْ وَالْاٰخَرُ عَنْ يَسَارِيْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ فَكِلَاهُمَا سَاَلَ، فَقَالَ: ((يَا اَبَا مُوْسٰى اَوْ قَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ)) قَالَ: قُلْتُ: وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا اَطْلَعَانِيْ عَلٰى مَا فِيْ اَنْفُسِهِمَا وَمَا شَعَرْتُ اَنَّهُمَا يَطْلُبَانِ الْعَمَلَ فَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى سِوَاكِهٖ تَحْتَ شَفَتِهٖ قَلَصَتْ، فَقَالَ: ((لَنْ اَوْ لَا نَسْتَعْمِلُ عَلٰى عَمَلِنَا مَنْ اَرَادَهُ وَلٰكِنِ اذْهَبْ اَنْتَ يَا اَبَا مُوْسٰى اَوْ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ اِلَى الْيَمَنِ)) ثُمَّ اتْبَعَهُ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، فَلَمَّا قَدِمَ عَلَيْهِ اَلْقٰى لَهٗ وِسَادَةً، قَالَ انْزِلْ وَاِذَا رَجُلٌ عِنْدَهٗ مُوْثَقٌ، قَالَ: مَا هٰذَا؟ قَالَ: كَانَ يَهُوْدِيًّا فَاَسْلَمَ، ثُمَّ تَهَوَّدَ قَالَ: اِجْلِسْ، قَالَ: لَا اَجْلِسُ حَتّٰى يُقْتَلَ قَضَاءُ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَاَمَرَ بِهٖ فَقُتِلَ، (بخاری، کتاب الدیات جلد۲، ص ۱۰۲۳، مطبوعہ اصح المطابع کراچی۔ و مسلم، جلد ۱۲ ،باب الامارۃ، ص ۲۰۷-۸، مطبوعہ مصر، ۱۹۲۳ء۔ و ابو داؤد، ج ۲ ،ص ۵۹۹۔ و نسائی ،ج۲، ص ۱۵۰، نسائی، باب حکم المرتد۔ بخاری، باب حکم المرتدۃ، و استتابتہم۔ ابو داؤد، کتاب الحدود، باب الحکم فی من ارتد)

۳) حدثنا احمد بن حنبل و محمد بن المثنّٰی، واللفظ لاحمد، قالا حدّثنا عبدالرحمٰن بن مهدی عن سفیان عن الاعمش عن عبداللّٰه بن مرّة عن مسروق عن عبداللّٰه قال: قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ((وَالَّذِيْ لَا اِلٰهَ غَيْرُهٗ، لَا يَحِلُّ دَمُ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَّا ثَلَاثَةُ نَفَرٍ، اَلتَّارِكُ الْاِسْلَامَ، اَلْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ

أَوِالْجَمَاعَةَ (شَكَّ فِيْهِ أَحْمَدُ) وَالثَّيِّبُ الزَّانِيْ، وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ)) (صحیح مسلم، کتاب القسامۃ۔ و ترمذی، باب الدیات، ص ۲۲۱، مطبوعہ اصح المطابع۔ و ابن ماجہ، ص ۱۸۲، کتاب الحدود۔ و بخاری، کتاب الدیات۔ وابو داؤد، کتاب الحدود، باب الحکم فی من ارتد)

۴) عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ جَحَدَ آيَةً مِنَ الْقُرْآنِ فَقَدْ حَلَّ ضَرْبُ عُنُقِهِ)) الحدیث (ابن ماجہ، ابواب الحدود، ص ۱۸۲۔ و ابو داؤد، کتاب الحدود، باب الحکم فی من ارتد)

۵) عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ سَرْحٍ يَكْتُبُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَزَلَّهُ الشَّيْطَانُ فَلَحِقَ بِالْكُفَّارِ فَأَمَرَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقْتَلَ يَوْمَ الْفَتْحِ۔ الحدیث

۶) عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعْدٍ، قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ اِخْتَبَأَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي السَّرْحِ عِنْدَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، فَجَاءَ بِهِ حَتّٰى أَوْقَفَهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَايِعْ عَبْدَ اللّٰهِ، فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَنَظَرَ إِلَيْهِ ثَلَاثًا كُلُّ ذٰلِكَ يَأْبٰى فَبَايَعَهُ بَعْدَ ثَلَاثٍ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلٰى أَصْحَابِهِ فَقَالَ: ((أَمَا كَانَ فِيْكُمْ رَجُلٌ رَشِيْدٌ يَقُوْمُ إِلٰى هٰذَا حِيْنَ رَآنِيْ كَفَفْتُ يَدِيْ عَنْ بَيْعَتِهِ فَيَقْتُلُهُ)) (الحدیث۔ ابوداؤد، ج۲، ص ۵۹۹، کتاب الحدود، باب الحکم فی من ارتد)

۷) عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: ((إِذَا أَبَقَ الْعَبْدُ إِلَى الشِّرْكِ فَقَدْ حَلَّ دَمُهُ)) (ابو

داؤد' ج۲' ص ۵۹۹)

۸) حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ((مَنْ غَيَّرَ دِيْنَهٗ فَاضْرِبُوْا عُنُقَهٗ)) (موطا امام مالك مع شرح زرقانی ' ج۴' ص ۴۰۳' مطبوعه مصر ۱۹۶۲ء (۱۳۸۲ھ)

۹) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ((لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ اِلَّا رَجُلٌ زَنٰى بَعْدَ اِحْصَانِهٖ اَوْ كَفَرَ بَعْدَ اِسْلَامِهٖ اَوِ النَّفْسُ بِالنَّفْسِ)) (نسائی' کتاب تحریم الدم' باب ذکر ما یحل به دم المسلم)

عورت کا ارتداد اور اس کی سزا

(حدیث کی روشنی میں)

۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اگر عورت مرتد ہو جائے تو اسے اسلام لانے پر مجبور کیا جائے گا اور قتل نہ کیا جائے گا۔ (۷۶)

۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے ایک اور قول میں فرمایا کہ جو عورت اسلام سے پلٹ جائے وہ قید کی جائے گی اور قتل نہ کی جائے گی۔ (۷۷)

۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک عورت احد کے دن مرتد ہو گئی۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس سے توبہ طلب کی جائے' اگر توبہ کر لے فبہا' ورنہ قتل کر دی جائے۔" (۷۸)

۴) حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت جس کو امِ مروان کہا جاتا تھا' مرتد ہو گئی۔ نبی ﷺ نے حکم دیا کہ اس عورت کے سامنے اسلام پیش کیا جائے' اگر وہ اسلام کی طرف رجوع کر لے فبہا ورنہ قتل کر دی جائے۔ (۷۹)

۵) حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ایک عورت اسلام سے پھر گئی تو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اسے اسلام کی دعوت دی جائے' اگر وہ اسلام لے آئے تو فبہا ورنہ قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ اس عورت کو اسلام کی طرف لوٹ آنے کی دعوت دی گئی' اس عورت نے اسلام لانے سے انکار کر دیا پس وہ عورت قتل کر دی گئی۔(۸۰)

۶) حضرت زہری اور ابراہیم نخعی کا یہ اثر (قول) منقول ہے کہ جو عورت مرتد ہو جائے اس سے توبہ طلب کی جائے گی' اگر توبہ کر لی فبہا ورنہ قتل کر دی جائے گی۔(۸۱)

۷) حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ جو کوئی شخص اسلام سے پھر جائے' پھر توبہ کر لے تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی۔ لیکن اگر توبہ نہ کرے تو اس کی گردن ماری جائے' یعنی اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور جو کوئی عورت اسلام سے پھر جائے تو اسے اسلام کی طرف لوٹ آنے کی دعوت دی جائے گی' اگر وہ عورت توبہ کر کے اسلام کی طرف لوٹ آئی تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی اور اگر اس نے انکار کیا تب بھی توبہ طلب کی جائے گی۔(۸۲)

خلافت راشدہ کے نظائر

۱) حضرت ابو بکرؓ کے دورِ خلافت میں ایک عورت جس کا نام امِ قرفہ تھا' اسلام لانے کے بعد کافر ہو گئی۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس عورت سے توبہ کا مطالبہ کیا مگر اس نے توبہ نہ کی' حضرت ابو بکرؓ نے اسے قتل کرا دیا۔(۸۳)

یہ واقعہ اگرچہ مرتد عورت کے بارے میں ہے لیکن اصولی طور پر ارتداد کی سزائے قتل پر صریح نص ہے۔

۲) حضرت عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہ نے جب وہ مصر کے حاکم تھے' حضرت عمرؓ کو لکھ کر دریافت کیا کہ ایک شخص اسلام لایا تھا' پھر کافر ہو گیا' پھر اسلام لایا' پھر کافر ہو گیا۔ وہ کئی مرتبہ ایسا کر چکا ہے' اب اس کا اسلام لانا قبول کیا جائے یا نہیں؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جب تک اللہ اس سے اسلام قبول کراتا ہے تم بھی کیے جاؤ! اس کے سامنے اسلام پیش کرو! مان لے تو چھوڑ دیا جائے ورنہ گردن ماردی جائے۔ (۸۴)

حضرت عمرؓ کا یہ اثر اگرچہ بار بار اسلام لانے اور بار بار مرتد ہو جانے سے متعلق ہے لیکن آخری الفاظ کہ "اسلام قبول کرلے تو چھوڑ دیا جائے ورنہ قتل کردیا جائے" مرتد کی سزائے قتل پر صریح نص ہیں۔

۳) حضرت سعد بن ابی وقاص اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما نے تستر کی فتح کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک قاصد بھیجا۔ قاصد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے حالات کی رپورٹ پیش کی۔ آخر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا اور کوئی خاص بات؟ اس نے عرض کیا: یا امیرالمومنین! ہم نے ایک عرب کو پکڑا جو اسلام لانے کے بعد کافر ہو گیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: پھر تم نے اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ قاصد نے کہا: ہم نے اسے قتل کردیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم نے ایسا کیوں نہ کیا کہ اسے ایک کمرہ میں بند کر کے دروازہ کو کنڈی لگا دیتے' پھر تین دن تک روزانہ ایک روٹی اس کو دیتے رہتے' شاید کہ وہ اس دوران میں توبہ کرلیتا۔ (۸۵)

اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو اصولی طور پر مرتد کی سزائے قتل سے اختلاف نہیں تھا' بلکہ ان کے نزدیک اس سے توبہ کا مطالبہ کرنا اور تین دن کی مہلت دینا بہتر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قاضی ابو موسیٰ اشعری سے اس سلسلہ میں کوئی بازپرس نہیں کی گئی۔

طحاوی میں حسب ذیل چند واقعات اور بھی مذکور ہیں:

۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی کہ بنی حنیفہ کی مسجد میں کچھ لوگ جمع ہیں اور شہادت دے رہے ہیں کہ مسیلمہ (کذاب) اللہ کا رسول ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے پولیس بھیج کر سب کو پکڑوا لیا۔ لوگوں نے توبہ کی اور

اقرار کیا کہ ہم آئندہ ایسا نہیں کریں گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے سب کو رہا کر دیا مگر ایک شخص عبداللہ ابن النواحہ کو قتل کرا دیا۔ لوگوں کے دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا کہ یہ شخص عبداللہ ابن النواحہ وہ شخص ہے جو مسیلمہ کذاب کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سفیر بن کر آیا تھا۔ اس کے ساتھ سفارت میں ایک اور شخص حجر بن وثال بھی شریک تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے دریافت فرمایا کہ تم شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ ان دونوں نے جواب دیا کہ آپ گواہی دیتے ہیں کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے؟ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر سفارتی وفد کو قتل کرنا جائز ہوتا تو میں تم دونوں کو قتل کر دیتا۔ یہ واقعہ بیان کر کے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس وجہ سے میں نے ابن النواحہ کو سزائے موت دی۔ (۸۶)

ابن النواحہ کے قتل کا واقعہ اس وقت کا ہے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ کی جانب سے کوفہ کے قاضی تھے۔ عبداللہ ابن النواحہ اور حجر بن وثال دونوں مسلمان تھے' پھر مسیلمہ کذاب کی نبوت کے قائل ہو گئے۔ حضورؐ کے سامنے ارتداد کی وجہ سے واجب القتل تھے مگر سفیر ہونے کی وجہ سے حضورؐ نے اس وقت چھوڑ دیا تھا۔

(۵) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں کوفہ میں چند آدمی پکڑے گئے جو مسیلمہ کی دعوت پھیلا رہے تھے۔ حضرت عثمانؓ کو اس کی اطلاع دی گئی۔ آپؓ نے جواب میں لکھا کہ ان کے سامنے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو پیش کیا جائے' جو اسے قبول کرے اور مسیلمہ سے براءت کا اظہار کرے اسے چھوڑ دیا جائے ورنہ قتل کر دیا جائے۔ (۸۷)

(۶) حضرت علیؓ کے سامنے ایک شخص پیش کیا گیا جو پہلے عیسائی تھا' پھر مسلمان ہوا' پھر عیسائی ہو گیا۔ آپؓ نے اس سے پوچھا تیری اس روش کا کیا سبب ہے؟ اس نے

جواب دیا میں نے عیسائیوں کے دین کو تمہارے دین سے بہتر پایا۔ حضرت علیؓ نے پوچھا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تیرا کیا عقیدہ ہے؟؟ اس نے کہا کہ وہ میرے رب ہیں' یا یہ کہا کہ وہ علیؓ کے رب ہیں' اس پر حضرت علیؓ نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ (۸۸)

۷) حضرت علیؓ کو اطلاع دی گئی کہ ایک گروہ عیسائی سے مسلمان ہوا' پھر عیسائی ہو گیا۔ حضرت علیؓ نے ان لوگوں کو گرفتار کرا کے اپنے سامنے بلوایا اور حقیقت حال دریافت کی۔ انہوں نے کہا ہم عیسائی تھے' پھر ہمیں اختیار دیا گیا کہ ہم عیسائی رہیں یا مسلمان ہو جائیں' ہم نے اسلام کو اختیار کر لیا مگر اب ہماری رائے ہے کہ ہمارے سابق دین سے افضل کوئی دین نہیں۔ لہذا اب ہم عیسائی ہو گئے۔ اس پر حضرت علیؓ کے حکم سے یہ لوگ قتل کر دیئے گئے اور ان کے بال بچے غلام بنا لئے گئے۔ (۸۹)

۸) حضرت علیؓ کے زمانہ میں ایک شخص پکڑا ہوا آیا جو مسلمان تھا' پھر کافر ہو گیا۔ آپؓ نے اسے ایک مہینہ تک توبہ کی مہلت دی پھر اس سے پوچھا' مگر اس نے توبہ سے انکار کر دیا۔ آپؓ نے اسے قتل کرا دیا۔ (۹۰)

مندرجہ بالا احادیث و آثار و نظائر آنحضرت ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے عہد کے ہیں جن سے یہ امر پوری طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ ارتداد کی سزا قتل ہے۔ بعض حضرات کا یہ دعویٰ کہ نفس ارتداد موجب قتل نہیں' جب تک کہ اس میں بغاوت شامل نہ ہو' مندرجہ بالا حقائق و شواہد کی روشنی میں بے وزن اور بے وقعت ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں پیش آمدہ واقعات کے بارے میں ان کا یہ ادعا ہے کہ فتنۂ ارتداد کے ساتھ بغاوت بھی شامل تھی جس کے سبب عام قتل کا حکم ہوا' لیکن ان کا یہ دعویٰ مختلف وجوہ کے سبب بے بنیاد ہے۔ اول تو اس لئے کہ تاریخ میں اس سارے واقعہ کو فتنۂ ارتداد کا نام دیا گیا ہے' دوسرے یہ کہ ان میں بنیادی طور

پر مانعین زکوٰۃ کا گروہ شامل تھا، جو زکوٰۃ کا منکر تھا جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ گروہ دین کے ایک اہم رکن سے انکار کر کے دین کے دائرہ سے نکل گیا اور مرتد ہو کر واجب القتل قرار پایا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ قول "وَاللّٰہِ لاقتلنّ مَنْ فرّق بَیْنَ الصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ" کہ خدا کی قسم جو کوئی نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا میں اس سے جنگ کروں گا' اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ اصل مسئلہ ضروریات دین کے اقرار کا تھا۔ ان کے نزدیک زکوٰۃ کا منکر بھی ایسا ہی نکلا جیسا کہ صلوٰۃ کا۔ کیا اب بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ محض فتنہ بغاوت تھا؟

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جس کو جھٹلایا نہیں جا سکتا کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد جزیرۂ عرب کے مختلف گوشوں سے ارتداد کے فتنے نمودار ہوئے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں وہ فرمان جو حضرت ابوبکرؓ نے جاری کیا' خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس فرمان میں کہا گیا کہ "تم میں سے جن لوگوں نے شیطان کی پیروی قبول کی ہے اور جو اللہ سے بے خوف ہو کر اسلام سے پھر گئے ہیں' ان کی اس حرکت کا حال مجھے معلوم ہوا۔ اب میں نے فلاں شخص کو مہاجرین و انصار اور نیک نہاد تابعین کی ایک فوج کے ساتھ تمہاری طرف بھیجا ہے اور اسے ہدایت کر دی ہے کہ ایمان کے سوا کسی سے کچھ قبول نہ کرے اور اللہ عزوجل کی طرف دعوت دیئے بغیر کسی کو قتل نہ کرے۔ پس جو کوئی دعوت الی اللہ قبول کرے گا اور اقرار کرنے کے بعد اپنا عمل درست رکھے گا اس کے اقرار کو وہ قبول کرے گا اور اسے راہ راست پر چلنے میں مدد دے گا' اور جو انکار کرے گا اس سے لڑے گا یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرے۔

اجماع امت

مندرجہ بالا احادیث و نظائر پیش کرنے کے بعد یہ صراحت ضروری ہے کہ تمام ائمہ کرام اور فقہاء عظام اس امر میں بالکلیہ متفق الرائے ہیں کہ مرتد (مرد) کی سزا قتل ہے۔ اس بارے میں فقہاءِ متقدمین یا متاخرین میں سے کسی فقیہہ کا اختلافی قول

نظر سے نہیں گزرا۔ بناء بریں یہ کہنا قطعاً درست ہوگا کہ اس مسئلہ میں امت کا اجماع ہے۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی نے میزان الکبریٰ میں لکھا ہے کہ تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہو چکا ہے کہ جو شخص اسلام سے پھر جائے اس کا قتل واجب ہے۔ (۹۱)

عورت کی سزا کے بارے میں مختلف نقطہ ہائے نظر

حنفیہ کے نزدیک عورت کے ارتداد کی صورت میں اس کے لئے قتل کا حکم نہ دیا جائے گا بلکہ اس کو قید کردیا جائے گا اور پھر ہر دن قید خانہ سے باہر نکال کر اس کو اسلام کی طرف لوٹ آنے کی دعوت دی جائے گی۔ اسی طرح مسلسل عمل کیا جاتا رہے تا آنکہ وہ اسلام لے آئے ورنہ مرتدہ کے لئے حبس دوام کی سزا ہے۔ امام کرخی کے نزدیک مرتدہ عورت کو ہر دن قید خانہ سے نکال کر چند کوڑے بطور تعزیر لگانا منقول ہے۔ عورت کو قتل نہ کرنے کے سلسلہ میں احناف آنحضرت ﷺ کے اس فرمان پر عمل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ((لَا تَقْتُلُوا امْرَاَةً وَلَا وَلِیْدًا)) یعنی عورت اور بچے کو قتل نہ کرو۔

حنفیہ کے برخلاف امام شافعی ؒ کے نزدیک ارتداد کے جرم میں عورت کے لئے بھی وہی سزا ہے جو مرد کے لئے مقرر ہے۔ امام شافعی ؒ اپنے نظریہ کے لئے حضور ﷺ کی حدیث ((مَنْ بَدَّلَ دِیْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ)) سے استدلال کرتے ہیں۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ حدیث اپنے حکم میں عام ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ قتل کا حکم ارتداد کی بناء پر ہے۔ گویا ارتداد قتل کی علت ہے۔ اور چونکہ یہ علت مرد اور عورت دونوں میں پائی جاتی ہے اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ اس علت کے یکساں طور پر مرد و عورت میں پائے جانے کے باوجود مرد کے لئے قتل اور عورت کے لئے قید کی سزا دی جائے اور دونوں کی سزاؤں میں فرق کردیا جائے۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ ان کی پیش کردہ حدیث ((لَا تَقْتُلُوا امْرَاَةً وَلَا وَلِیْدًا)) عورت کے سلسلہ میں خاص ہے اس لئے ((مَنْ بَدَّلَ دِیْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ)) والی حدیث سے مخصوص طور پر مردوں کی ذات مراد ہے۔ اس طرح دونوں حدیثوں پر

عمل ہو جاتا ہے اور آپس میں کوئی تضاد پیدا نہیں ہوتا۔ حنفیہ کا مسلک قرین صواب ہے۔

مالکیہ کے نزدیک خواہ مرد ہو یا عورت دونوں بسبب ارتداد سزاوارِ قتل ہیں۔ یہی صورت حنبلیہ کے نزدیک ہے۔ البتہ اگر مرتدہ عورت حاملہ ہو تو وضع حمل سے قبل قتل نہ کی جائے گی، عورت کے وضع حمل کے بعد تین یوم تک توبہ کا مطالبہ کیا جاتا رہے گا، اگر توبہ کر لی فبہا، ورنہ قتل کر دی جائے گی۔(۹۲)

شیعی فقہ میں عورت کو کسی صورت میں قتل نہ کیا جائے گا خواہ وہ مسلمان پیدا ہوئی ہو یا بعد میں اسلام قبول کیا ہو، بلکہ اس کو قید کی سزا دی جائے گی اور نماز کے اوقات میں پیٹا جاتا رہے گا۔(۹۳)

بچہ کا ارتداد اور سزا

اسی طرح بلوغت سے پہلے کوئی سمجھ دار بچہ اگر ارتداد اختیار کر لے تو اس کا یہ عمل قتل کا موجب نہ ہو گا۔ اگرچہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اس کا ارتداد قابل اعتبار ہو گا۔ اس کی بنیاد استحسان کے قاعدہ پر ہے۔ اس کو قید میں رکھا جائے گا اور سمجھایا جائے گا تا آنکہ وہ بالغ ہو جائے۔ بعد بلوغ بھی اگر اس نے توبہ نہ کی اور اسلام کی طرف لوٹ آنے سے انکار کیا تو پھر اس کو قتل کر دیا جائے گا۔(۹۴)

ارتداد اور توبہ

اسلام کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ دین فطرت ہے جو اپنی جگہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ چنانچہ اسلام ارتداد کے مسئلہ میں انسانی فطرت کے تقاضا کے بموجب مرتد کو یہ موقع فراہم کرتا ہے کہ وہ اپنے ارتداد سے باز آ جائے، خواہ وہ ارتداد قولاً ہو یا فعلاً یا اعتقاداً۔ اس کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے اس ارتداد سے براءت کا اعلان کرے اور تائب ہو کر اللہ کے دین "اسلام" کی طرف لوٹ آئے۔ اس مسئلہ میں تمام ائمہ مذاہب و مجتہدین کا اتفاق رائے ہے۔ البتہ اس میں مختلف رائیں ہیں کہ وہ مہلت

کتنی ہو۔ بعض کے نزدیک تین یوم اور بعض کے نزدیک ایک ماہ۔ راقم الحروف کے نزدیک مدت کا تعین ایک اجتہادی مسئلہ ہے جس کو حاکم عدالت کی رائے اور صواب دید پر چھوڑ دینا مناسب ہو گا تاکہ حسب موقع و محل اور حالات کے پیش نظر موزوں مدت کا تعین ہو تا رہے۔

طلب توبہ اور حنفی مذہب

حنفیہ کے نزدیک یہ امر مستحب ہو گا کہ ارتداد کا ثبوت فراہم ہو جانے کے بعد مرتد سے توبہ کی خواہش کی جائے اور اس کو غور کرنے کی مہلت دی جائے۔ حنفیہ کے نزدیک یہ مہلت تین یوم ہو گی۔ اس کی دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے کہ "مسلمانوں کے لشکر کا ایک شخص آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے اس سے اہل لشکر کے حالات دریافت کرتے ہوئے فرمایا "کوئی نئی خبر ہے؟" اس نے عرض کیا جی ہاں! ایک شخص نے اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر کفر اختیار کر لیا۔ سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: "تم نے اس کے ساتھ کیا عمل کیا؟" اس شخص نے عرض کیا، ہم نے پکڑ کر اس کی گردن مار دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے اس کو تین یوم کی مہلت دے کر اطمینان کیوں نہ کر لیا، تین یوم اس کو محبوس (قید میں) رکھتے اور حسب معمول کھانا دے کر اس سے توبہ کی خواہش کرتے ممکن تھا کہ وہ توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ آتا۔ (۹۵)

حنفی مذہب کی مستند ترین کتاب الہدایہ میں لکھا ہے کہ جب کوئی شخص اسلام سے پھر جائے تو اس کے سامنے اسلام پیش کیا جائے، اگر (اسلام کی حقانیت کے بارے میں) اسے کوئی شبہ ہے تو اُسے دور کرنے کی کوشش کی جائے، کیونکہ بہت ممکن ہے کہ وہ کسی شبہ میں مبتلا ہو اور ہم اس کا شبہ دور کر دیں تو اس کا شر (ارتداد) ایک بدتر صورت (قتل) کے بجائے ایک بہتر صورت (دوبارہ قبول اسلام) سے رفع ہو جائے گا۔ مگر مشائخ فقہاء کے قول کے بموجب اس کے سامنے اسلام کو پیش کرنا واجب نہیں، کیونکہ اسلام کی دعوت تو اس کو پہنچ چکی۔ (۹۶)

حضرت علیؓ سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔ چنانچہ آپؓ کا قول ہے "يُسْتَتَابُ الْمُرْتَدُّ ثَلَاثًا" مرتد سے تین یوم تک توبہ کا مطالبہ کیا جائے۔ تاہم حنفیہ توبہ طلب کرنے کو واجب قرار نہیں دیتے۔

راقم الحروف کی رائے میں توبہ طلب کرنا اور شبہ کے ازالہ کے لئے مہلت دینا ازبس ضروری ہے۔ ہو سکتا ہے کہ شبہ کے ازالہ کے بعد وہ شخص اسلام کی طرف لوٹ آئے۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے : ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا﴾ "یقیناً جو لوگ ایمان لائے، پھر کفر اختیار کیا، پھر ایمان لائے، پھر کفر اختیار کیا، اور کفر میں حد سے بڑھ گئے۔" یہ آیت بار بار کفر اختیار کرنے پر نص ہے۔ اس آیت سے ایک مسئلہ یہ بھی نکلتا ہے کہ بار بار ارتداد کا بھی وہی حکم ہوگا جو پہلی بار کا ہوگا کیونکہ ہر بار اسلام کی طرف رجوع کر لینا محتمل ہے۔

مالکی مذہب

مالکیہ کے نزدیک بھی مرتد مرد یا عورت ہر ایک سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا اور اس کو تین یوم کی مہلت دی جائے گی، کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی حضرت صالح علیہ السلام کو شبہ کے لئے تین یوم کی مہلت دی تھی۔ اس مطالبہ میں ہر قسم کی سزا سے اجتناب کیا جائے گا۔ کسی قسم کی تکلیف نہ دی جائے گی اور نہ بھوکا پیاسا رکھا جائے گا۔ اگر اس نے اس مہلت کے دوران توبہ کر لی اور اسلام کی طرف لوٹ آیا تو قتل کی سزا ساقط ہو جائے گی ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔ یہ حکم مرد اور عورت دونوں کے لئے ہے۔ البتہ اگر عورت منکوحہ ہے تو اس کے ایک حیض آنے کا انتظار کیا جائے گا تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ وہ حاملہ تو نہیں ہے۔ اگر حمل پایا گیا تو پھر وضع حمل تک انتظار کیا جائے گا اور بچّہ کی پرورش اور رضاعت کا مناسب انتظام ہو جانے پر قتل کیا جائے گا۔ (٩٧)

امام مالک نے زید بن اسلم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو اپنا دین بدلے اس کی گردن مار دو"۔ اس حدیث پر تقریر کرتے ہوئے امام مالک نے

فرمایا کہ جہاں تک ہم سمجھ سکتے ہیں نبی ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اسلام کے دائرے سے نکل کر کسی دوسرے طریقہ کا پیرو ہو جائے گا' اپنے کفر کو چھپا کر اسلام کا اظہار کرتا ہے جیسا کہ زندیقیوں اور اسی طرح کے دوسرے لوگوں کا وطیرہ ہے' تو اس کا جرم ثابت ہو جانے کے بعد اسے قتل کر دیا جائے اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہ کیا جائے' کیونکہ ایسے لوگوں کی توبہ کا بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور جو شخص اسلام سے نکل کر علانیہ کسی دوسرے طریقے کی پیروی اختیار کرے اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے' توبہ کرلے تو فبہا ورنہ قتل کر دیا جائے۔ (۹۸)

شافعی مذہب

شافعیہ کے نزدیک توبہ طلب کرنا واجب ہے۔ چنانچہ ان کے نزدیک مرتد مرد و عورت سے (ارتداد ثابت ہو جانے پر) توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔ ان کے نزدیک حضرت عمرؓ سے توبہ کے مطالبہ کا واجب ہونا ثابت ہے۔ وہ دارقطنی کی اس روایت سے بھی استناد کرتے ہیں جو حضرت جابر سے مروی ہے کہ ام مروان نامی عورت مرتد ہو گئی تو نبی ﷺ نے حکم فرمایا کہ اس پر اسلام کو پیش کیا جائے' اگر توبہ کرلے تو فبہا ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ مطالبہ توبہ کے واجب ہونے کے قول پر یہ اعتراض کیا گیا کہ آنحضرت ﷺ نے عرنیین والی حدیث میں اہل مدینہ سے بغیر طلب توبہ ان کو سخت ترین سزا دی تھی' اس سے معلوم ہوا کہ توبہ کا مطالبہ واجب نہیں۔

شافعیہ کی طرف سے اس کا یہ جواب دیا گیا کہ قبیلہ عرنیہ کے لوگوں کے ارتداد کے ساتھ بغاوت بھی شامل تھی۔ اور جب ارتداد کے ساتھ بغاوت بھی شامل ہو تو اس وقت توبہ کا مطالبہ کسی درجہ میں نہیں کیا جائے گا۔ (۹۹)

یعنی نہ وہ مستحب ہے نہ واجب۔ سرے سے مطالبہ کرنا ہی نہیں چاہئے۔

حنبلی مذہب

حنبلیہ کے نزدیک جو کوئی (مرد و عورت) بالغ' عاقل اور مختار ہو' اور مرتد ہو

جائے اس کو تین یوم تک اسلام کی طرف لوٹ آنے کی دعوت دی جائے گی' اس پر سختی کی جائے گی اور قید میں رکھا جائے گا' اگر اس نے توبہ کرلی فبہا ورنہ اس کی گردن ماردی جائے گی۔ (۱۰۰)

طلب توبہ کے مسئلہ پر امام ابو محمد ابن حزم ظاہری نے اپنا مسلک بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مرتد سے محض ایک مرتبہ توبہ استحباب کے طور پر طلب کی جائے گی۔ اگر توبہ کرلی تو وہ قبول کی جائے گی بصورت انکار قتل کی سزا دی جائے گی۔ (۱۰۱)

شیعی مذہب

طلب و قبول توبہ کے بارے میں شیعہ فقیہہ علامہ المحقق الحلی نے لکھا ہے کہ مرتد کی دو قسمیں ہیں : اول یہ کہ وہ مسلمان پیدا ہوا ہو' ایسا مرتد واجب القتل ہو گا اور رجوع الی الاسلام مقبول نہ ہو گا۔ دوسرا وہ شخص جو کافر سے مسلمان ہوا ہو اور اس کے بعد پھر کفر اختیار کرلیا تو ایسے شخص سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اس کی توبہ قبول کرلی جائے گی۔ بصورت انکار قتل کر دیا جائے گا۔ قوی قول کے مطابق توبہ کا مطالبہ تین یوم تک کیا جائے گا۔ (۱۰۲)

مرتد کی سزائے قتل کے بارے میں

جدید نقطۂ نظر

۱۹۶۹ء میں مولانا محمد تقی امینی ناظم دینیات' مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی ایک کتاب "احکام شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت" لاہور سے شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۵۱ پر مولانا نے لکھا ہے کہ مرتد کی سزا بغاوت کی بناء پر ہے اور اس کے ثبوت میں فقہ کے حسب ذیل فقرے درج کئے ہیں :

۱) "فیقتل لدفع المحاربة" قتل کیا جائے جنگ کے دفعیہ کی غرض سے۔

۲) "ان القتل باعتبار المحاربة" قتل جنگ جوئی کے اعتبار سے ہے۔

۳) "لان القتل لیس بجزاء علی الردۃ" قتل مرتد ہونے کی سزا نہیں۔

یہ تینوں فقرے امام سرخسی کی مشہور کتاب "المبسوط" کی جلد ۱۰، صفحہ ۱۱۰ سے لئے گئے ہیں۔ میرا گمان ہے (اور خدا کرے یہ گمان صحیح ہو) کہ مولانا نے براہ راست اصل مبسوط سے بذات خود یہ فقرے نقل نہیں کئے، ممکن ہے کسی ثانوی ماخذ سے لے کر نقل کر دیئے ہوں، کیونکہ یہ فقرے سیاق و سباق سے علیحدہ کر کے جس انداز سے فٹ کئے گئے ہیں اور مستشرقین کا انداز تو ہو سکتا ہے مولانا محمد تقی امینی ناظم دینیات، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا نہیں ہو سکتا یا یوں کہہ لیجئے کہ نہیں ہونا چاہئے۔ المبسوط کی مکمل عبارتیں یوں ہیں۔

پہلی عبارت

"وبالاصرار علی الکفر یکون محاربا للمسلمین، فیقتل لدفع المحاربة" اور مرتد (باوجود مطالبہ توبہ کے) کفر پر اصرار کے سبب مسلمانوں کے خلاف محارب (جنگ کرنے والا) ہو جاتا ہے۔ پس اس محاربہ (مبارزت) کو دور کرنے کی غرض سے اسے قتل کیا جائے گا۔

امام سرخسی کا مطلب یہ ہے کہ مرتد کا ارتداد پر جمے رہنا اور توبہ کر کے اسلام کی طرف نہ لوٹنا مسلمانوں کی جماعت کے خلاف ایک قسم کی مبارزت طلبی ہے۔ چونکہ وہ مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہو جاتا ہے اس لئے اس مبارزت طلبی کو ختم کرنے کے لئے مرتد کو قتل کیا جاتا ہے۔ یہاں محاربت (مبارزت) کا لفظ بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے نہ کہ حقیقی محاربت یا بغاوت کے طور پر یہ مفہوم کہ جب مرتد حقیقتاً آمادہ جنگ ہو یا مسلمانوں کی جماعت کے خلاف صف آرا ہو تب ہی سزاوار قتل ہوتا ہے۔ جیسا کہ مولانا امینی صاحب کے نقل کردہ ٹکڑے سے ظاہر ہوتا ہے۔ سرخسی کی عبارت و منشاء کے خلاف ہے۔

دوسری عبارت

"ان القتل باعتبار المحاربة" قتل محاربہ کے اعتبار کے سبب ہے۔

اس فقرہ کا مدلول بھی وہی ہے جو سطور بالا میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سے تحدید مقصود نہیں ہے جیسا کہ مولانا امینی صاحب ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔

تیسری عبارت

"القتل لیس بجزاء علی الرِّدَّة بل هو مستحق باعتبار الاصرار علی الکفر' الا تری انه لو اسلم یسقط لانعدام الاصرار" قتل ارتداد کی سزا نہیں بلکہ مرتد (باوجود مطالبہ کے) کفر پر اصرار کرنے کے اعتبار سے قتل کا سزاوار ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر وہ پھر اسلام لے آئے تو کفر پر عدم اصرار یعنی کفر پر قائم نہ رہنے کے سبب اس کے ذمہ سے سزا ساقط ہو جاتی ہے۔

مولانا امینی صاحب نے عبارت کا صرف اول ٹکڑا لے کر باقی کو چھوڑ دیا اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ قتل کی سزا ارتداد کی بناء پر نہیں ہے حالانکہ امام سرخسی کی عبارت میں بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی' اس فقرہ کے ساتھ ہی لفظ "بل" آیا ہے جو بطور "استدراک" استعمال کیا گیا ہے۔ حیرت ہے مولانا امینی صاحب نے اسے کیوں کر نظر انداز کر دیا۔ امام سرخسی یہاں ایک گہری بات کہہ رہے ہیں۔ وہ یہ کہ عام قاعدہ کے بموجب جرم کے ارتکاب کے ساتھ ہی سزا مرتب ہو جاتی ہے چنانچہ مرتد کا جرم ارتداد (بلا مطالبہ توبہ و رجوع) جرم قرار دیا جا کر وقوع تعزیر کا موجب ہونا چاہئے تھا لیکن یہاں ارتداد کی صورت میں عام قاعدہ کے خلاف اگر وہ اپنے اس جرم سے توبہ کر لے اور اسلام کی طرف لوٹ آئے تو سزا ساقط ہو جاتی ہے اس لئے امام سرخسی یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مرتد کا ارتداد (اول) نہیں بلکہ باوجود توبہ کے اس کا کفر پر قائم رہنا موجب قتل ہے۔ اس عبارت میں "لیس" سے مطلق نفی مراد نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ جس کفر پر وہ مصر رہا وہ وہی ارتداد (اول) ہے جس سے توبہ و رجوع

کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے کوئی نیا جرم پیدا نہیں ہوا بلکہ اس کا جرم ارتداد اس کے اصرار کے سبب سنگین اور قطعیت کے ساتھ موجب قتل ہو گیا۔

مولانا امینی صاحب المبسوط، جلد ۱۰، صفحہ ۱۱۰ کے حوالہ سے اپنی کتاب کے صفحہ ۵۲ پر لکھتے ہیں : "بلاشبہ شریعت میں تبدیلی مذہب اور کفر بڑا گناہ ہے لیکن یہ معاملہ اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان ہے۔" اس عبارت میں بھی وہی نقص موجود ہے جس کی طرف پچھلی تین عبارتوں میں اشارہ کیا جا چکا ہے یعنی یہ کہ مفید مطلب حصہ لے کر باقی کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ المبسوط کی پوری عبارت یوں ہے :

> تبدل الدِّین واصل الکفر من اعظم الجنایات ولکنها بین العبد وبین ربّه فالجزاء علیها مؤخر الی دار الجزاء وما عجل فی الدنیا سیاسات مشروعة لمصالح تعود الی العباد
>
> "تبدیلی دین اور اصل کفر بہت بڑے جرائم میں سے ہیں لیکن یہ مذہب کا تبدیل کرنا یا اصل کفر بندہ اور اس کے رب کے درمیان معاملہ ہے اس لئے اس جرم یا فعل کی (حقیقی) سزا دار الجزاء کی طرف موخر کر دی گئی ہے لیکن جو سزا فوری طور پر اس دنیا میں دی جائے گی وہ ایسے مصالح کی خاطر جن کا تعلق بندوں سے ہے سیاست شرعی کے طور پر دی جاتی ہے۔"

مولانا نے عبارت کا دوسرا حصہ چھوڑ کر مرتد کو دنیاوی سزا ہی سے بری الذمہ کر دیا۔ حالانکہ اس عبارت میں دو سزاؤں کا ذکر ہے، ایک آخرت کی سزا کا اور دوسری دنیاوی سزا کا اور دنیاوی سزا وہی ہے جس کا ذکر امام سرخسی نے اپنے مقالہ کے ابتدائی حصہ میں کیا ہے یعنی قتل مرتد بعد طلب توبہ، جس کا کوئی ذکر مولانا امینی صاحب نے نہیں کیا۔

مولانا امینی صاحب اس کے آگے اپنی طرف سے بطور استخراج ارشاد فرماتے ہیں :

"حکومت سے اس (ارتداد) کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ حکومت صرف

> بغاوت کی بناء پر سزا دے سکتی ہے جس میں مسلم و غیر مسلم کی کوئی خصوصیت نہیں ہے بلکہ جس کی طرف سے بھی بغاوت پائی جائے۔"

بلاشبہ جہاں تک بغاوت کا تعلق ہے، مسلم و غیر مسلم کی کوئی تخصیص نہیں لیکن امام سرخسی کی مذکورہ بالا عبارت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ تبدیلی مذہب اسلام (ارتداد) کے جرم سے حکومت کا کوئی تعلق نہیں صریحاً زیادتی ہے۔ اگر حکومت سے اس کا کوئی تعلق نہیں تو پھر امام سرخسی کی عبارت "ما تعجل فی الدنیا سیاسات مشروعة لمصالح تعود الی العباد" کا کیا مفہوم ہو گا؟ دنیا میں یہ سزا کون نافذ کرے گا؟ سیاست شرعی کا التزام کس کے ذمہ ہے؟ بندوں کی مصلحتوں کا لحاظ کس کے سر ہے؟ دراصل یہ ساری الجھن اس لئے پیدا ہوئی کہ مولانا نے پہلے ایک خیال اپنے دل میں قائم کر لیا پھر ادھر ادھر سے اپنے مفید مطلب فقرے چسپاں کر کے ایک نتیجہ نکالا، جو ظاہر ہے کہ غلط ہے۔ جب بنیاد ہی غلط ہو تو عمارت کیونکر ٹھہر سکتی ہے۔

مولانا امینی صاحب نے کتاب کے صفحات ۱۶۸ اور ۱۷۸ تا ۱۸۷ پر حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے زمانہ میں مانعین زکوٰۃ کے واقعہ سے بھی اپنے قائم کردہ نظریئے کے حق میں تاویل کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے نظریئے کے مطابق چونکہ مرتدین نے بغاوت پر کمر باندھ کی تھی اس لئے حضرت ابو بکر صدیق ؓ کو ان سے جدال و قتال کرنا پڑا۔ درحقیقت مانعین زکوٰۃ کا فتنہ پہلودار نوعیت کا حامل تھا۔ اس میں ارتداد بھی تھا، بغاوت بھی تھی، آنحضرت ﷺ کی نبوت کا انکار بھی تھا، نئے مدعیان نبوت کا اقرار بھی تھا۔ غرض یہ واقعہ بیک وقت مختلف حیثیتوں کا حامل تھا اس لئے اس واقعہ کے ایک جزو کو لے کر باقی اجزاء کو نظر انداز کر دینا اور اس طرح مرتد کی سزا میں بغاوت کے عنصر کو بطور شرط لازم قرار دینا قرین انصاف نہ ہو گا۔ حیرت ہے کہ مولانا امینی صاحب نے ارتداد کے ان واقعات کا جو آنحضرت ﷺ اور خلفائے راشدین کے عہد میں پیش آئے، قطعاً کوئی ذکر نہیں کیا۔ شاید اس لئے کہ ان واقعات کی زد

اس نظریہ پر پڑتی تھی کہ جو مولانا امینی صاحب پہلے ہی سے قائم کر چکے تھے۔ کاش مولانا امینی تکلیف کر کے بخاری کے باب قتل من ابی قبول الفرائض مع فتح الباری' جلد ۱۵' صفحہ ۲۰۲ ہی کو ایک نظر دیکھ لیتے تو ان پر مرتدین کے واقعہ کی حقیقی صورت حال واضح ہو جاتی۔

توبہ کا اظہار اور اس کا اثر

اگر مرتد توبہ کرے تو اس کو کچھ نہ کہا جائے گا۔ اگر دوسری بار پھر کفر اختیار کرے تو پھر وہی توبہ کا عمل کیا جائے گا۔ تیسری چوتھی بار بھی یہی عمل اختیار کیا جائے گا البتہ چوتھی توبہ کرنے کے بعد حاکم وقت کو ہلکی سی تعزیر (سزا) دینے کا اختیار ہو گا۔ (۱۰۳)

مرتد کی توبہ اور ہر قسم کے کافر کے اسلام لانے کی صورت یہ ہے کہ وہ شہادت کے دونوں کلمے پڑھے اور یہ گواہی دے کہ حضرت محمد ﷺ خدا کے سچے رسول ہیں اور تمام عالم کی طرف مبعوث فرمائے گئے ہیں نیز دیگر تمام مذاہب و ادیان سے اپنی لاتعلقی کا اظہار کرے۔ (۱۰۴)

شیعی فقہ کی کتاب شرائع الاسلام میں لکھا ہے کہ اگر کسی سے ارتداد کا فعل مکرر ہوا ہو تو شیخ کا قول ہے کہ چوتھی مرتبہ ارتداد اختیار کرنے پر قتل کر دیا جائے گا۔ شیخ نے لکھا ہے کہ ہمارے (شیعہ) اصحاب نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ تیسری مرتبہ میں واجب القتل ہو گا (یعنی پھر توبہ قبول نہ ہو گی) اسلام کی طرف لوٹ آنے کے لئے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کافی ہو گا اسلام کے ماسوا دیگر ادیان سے براءت کے اظہار سے کلمۂ توحید و رسالت کی تاکید متصور ہو گی۔ (ایک افضل عمل شمار ہو گا) (۱۰۵)

مرتد اور جزیہ

یہاں مرتد کی ذات سے متعلق اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ مرتد کو غلام

بنا لینا کسی صورت میں جائز نہیں خواہ وہ فرار ہو کر دار الکفر ہی کیوں نہ چلا گیا ہو یا وہ دار الکفر میں جا کر مرتد ہوا ہو۔ فقہاء نے اس مسئلہ میں کافر اصلی اور مرتد کے احکام میں فرق کیا ہے۔ اسی طرح مرتد کو ذمی کی حیثیت دے کر جزیہ قبول نہ کیا جائے گا۔ (۱۰۶) حنبلی فقہ میں مرتد کی وہ اولاد جو حالت ردت میں پیدا ہوئی ہو اس سے جزیہ لینا درست ہو گا۔ (۱۰۷)

ارتداد اور فسخ نکاح

زوجین میں سے کسی ایک کے ارتداد پر زوجین میں تفریق واقع ہو جائے گی۔ اگر زوجہ مرتد ہو گئی تو یہ تفریق طلاق کے نام سے موسوم نہ ہو گی۔ اس میں تمام ائمہ احناف کا اتفاق ہے لیکن اگر ارتداد شوہر کی جانب سے ہو تو اس صورت میں ائمہ احناف کے درمیان اختلاف ہے کہ یہ تفریق طلاق کے حکم میں ہو گی یا نہیں؟ فرقت البتہ دونوں صورتوں میں واقع ہو جائے گی خواہ ارتداد شوہر کی جانب سے ہو یا زوجہ کی جانب سے۔ ارتداد کے سبب فسخ نکاح میں ایک خاص نکتہ یہ قابل لحاظ ہے کہ فرقت بسبب ارتداد اسلام کی طرف لوٹ آنے سے زائل نہ ہو گی بلکہ دونوں ایک دوسرے سے اجنبی رہیں گے۔ (۱۰۸)

شیعی فقہ میں بھی مرتد کی زوجہ اس سے بائن ہو جائے گی اور وہ عدت پوری کرے گی جو متوفی شوہر کی زوجہ پر واجب ہوتی ہے یعنی چار ماہ دس دن۔ یہ صورت اس وقت ہو گی جب کہ مرتد پیدائشی مسلمان ہو۔ اگر مرتد پیدائشی مسلمان نہ ہو بلکہ بعد میں مسلمان ہوا ہو تو ارتداد کے سبب اس کی زوجہ اور اس کے درمیان عقد نکاح فسخ ہو جائے گا۔ زوجہ کا دوسرا نکاح طلاق کی عدت کی مدت پوری ہونے تک موقوف رہے گا۔ (۱۰۹)

ارتداد کا اثر نکاح پر

جمہور فقہاء اس مسئلہ میں متفق ہیں کہ اگر کسی عورت کا شوہر اسلام سے پھر

جائے اور مرتد ہو جائے تو اس کا نکاح خود بخود فسخ ہو جائے گا اور فسخ کے لئے قضائے قاضی یا حکم حاکم کی ضرورت نہیں۔ (۱۱۰) اس پر علماء امت کا اجماع ہے۔

درالمختار میں لکھا ہے کہ زوجین میں سے کسی ایک کے مرتد ہو جانے سے فی الفور عقد نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ قضائے قاضی (حکم عدالت) کی حاجت نہیں۔

اگر ارتداد شوہر کی جانب سے ہو اور صحبت ہو چکی ہو تو عورت پورے مہر کی مستحق ہو گی اور اگر صحبت نہ ہوئی ہو تو عورت نصف مہر پانے کی مستحق ہو گی۔ لیکن اگر عورت مرتد ہو جائے اور صحبت نہ ہوئی ہو تو ایسی صورت میں وہ مہر پانے کی مستحق نہ ہو گی۔ البتہ صحبت ہو جانے کی صورت میں وہ پورا مہر پانے کی مستحق ہو گی۔ اگر زوجین ایک ساتھ مرتد ہوں اور بعد ازاں اسلام کی طرف لوٹ آئیں تو نکاح قائم رہے گا لیکن اگر زوجہ اسلام کی طرف لوٹے اور شوہر مرتد رہے تو ایسی صورت میں نکاح فسخ ہو جائے گا۔ اگر شوہر کی بیوی کتابیہ ہو جو مسلمان ہو جائے لیکن بعد ازاں مرتد ہو جائے تو وہ عورت اس مرد سے جدا ہو جائے گی۔ اگر ایک مسلمان نے عیسائی عورت سے نکاح کیا اور بعد ازاں وہ دونوں ایک ساتھ مجوسی ہو گئے تو امام ابو یوسف کے نزدیک ان کے درمیان فرقت ہو جائے گی۔ امام محمد شیبانی کا نظریہ اس سے مختلف ہے۔ (۱۱۱)

قدیم نقطہ نظر

ارتداد کے سبب تنسیخ نکاح کے سلسلے میں قدیم فقہاء کا نقطہ نظر جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری اور ہدایہ میں بیان کیا گیا ہے' یہ ہے کہ زوجین میں سے کسی ایک کے ارتداد کے سبب نکاح خود بخود فسخ ہو جائے گا۔ چنانچہ ہندوستان کی عدالتوں نے قانون انفساخ ازدواج مسلمانان' ۱۹۳۹ء کے نفاذ تک اسی نقطہ نگاہ کی متابعت میں اپنے فیصلے دیئے ہیں۔ چنانچہ بمقدمہ امین بیگ بنام سمین الہ آباد ہائی کورٹ نے یہ قرار دیا کہ شرع اسلام کے تحت ایک شادی شدہ مسلمان عورت اگر عیسائی ہو جائے تو اس کا نکاح ٹوٹ گیا۔ لہذا زوجہ کا دوسرے مذہب کو قبول کر لینا شوہر کے اعادۂ حقوق

زوجیت (Restitution of Conjugal Right) کے مقدمہ کے خلاف ایک امر عارض (Bar) قرار دیا گیا ہے۔

شوہر کا ترک اسلام

لیکن گزشتہ تین صدیوں میں اس سلسلے میں یہ نقطۂ نظر سامنے آیا ہے کہ جب شوہر اسلام کو ترک کر دے مگر زوجہ اپنے مذہب پر قائم رہے تو ان کے درمیان مباشرت ناجائز ہو جائے گی اور اگر زوجہ کی عدت کے دوران شوہر مذہب اسلام کی طرف لوٹ آئے تو دونوں حسب سابق تعلقات زوجیت قائم کر سکتے ہیں اور کسی عقد جدید کی ضرورت نہیں۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نکاح ترک اسلام سے فوراً ختم نہیں ہوتا بلکہ معلق رہتا ہے۔

زوجہ کا ترکِ اسلام

البتہ جہاں تک زوجہ کے ترک اسلام کا تعلق ہے اس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ فقہاء بخارا کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ وہ عورت اسلام چھوڑ کر کوئی بھی مذہب اختیار کرے اس کو قید میں رکھا جائے تا آنکہ وہ مذہب اسلام کی طرف لوٹ آئے جس کے بعد اس کو سابق شوہر سے نکاح کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ البتہ بلخ و سمرقند کے فقہاء کا یہ نقطۂ نظر ہے کہ اگر وہ عورت اسلام چھوڑ کر کوئی کتابی مذہب اختیار کر لے مثلاً عیسائی یا یہودی ہو جائے تو اس کا نکاح ساقط نہ ہوگا۔ چونکہ کتابیہ عورت سے مسلمان مرد کا نکاح جائز ہے لہذا مسلمان زوجہ کے کتابی مذہب اختیار کر لینے سے نکاح پر کوئی اثر مرتب نہ ہونا چاہئے۔

ارتداد کا اثر مہر و نفقہ پر

اگر شوہر خلوت صحیحہ سے پہلے مرتد ہوا ہے تو اس کو عورت کا نصف مہر دینا ہوگا اور اگر خلوت صحیحہ کے بعد مرتد ہوا ہے تو اس کے ذمہ پورا مہر ادا کرنا واجب ہوگا۔ خلوت صحیحہ سے قبل عورت پر عدت واجب نہ ہوگی البتہ خلوت صحیحہ کے بعد عدت

واجب ہو گی نیز مرتد پر اپنی زوجہ کا نفقہ بھی (دوران عدت) واجب ہو گا۔ (۱۱۴)

تفریق کی نوعیت

جب انکار اسلام شوہر کی طرف سے ہو تو اس کا حکم طلاق کا ہو گا یا فسخ نکاح کا' اس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک وہ فرقت "فسخ" تصور کی جائے گی کیونکہ ایک سبب کا نتیجہ اس کے قائم مقام کے بدل جانے سے نہیں بدلتا' لیکن امام محمد کے نزدیک وہ فرقت "طلاق" کے حکم میں ہو گی کیونکہ فرقت شوہر کے اسلام سے منکر ہو جانے کی وجہ سے ہوئی اور اس فرقت کی بنیاد یہ ہے کہ وہ شوہر کی طرف سے پیدا ہوئی کیونکہ ملک نکاح اسی کو حاصل ہے۔ چنانچہ اگر شوہر فرقت سے انکار کرے تو عدالت اس میں دخل دے گی تاکہ اس کا ظلم اور سختی دور ہو جائے۔ ایسی صورت میں قاضی تفریق کرانے میں شوہر کا نائب متصور ہو گا جیسا کہ وہ شوہر کی نامردی کے سبب تفریق کرانے میں شوہر کا قائم مقام ہوتا ہے۔

لہذا اگر یہ فرقت شوہر کے ارتداد کی وجہ سے ہو تو اس صورت میں چونکہ شوہر نے ایسے فعل کا ارتکاب کیا ہے جس کی وجہ سے فرقت لازمی ہے لہذا فرقت "طلاق" کے حکم میں ہو گی کیونکہ ایسی فرقت جسے شوہر نے ارتداد کے سبب کی بناء پر مکمل کر دیا ہے' اس کے طلاق دینے کے مترادف ہے لیکن امام ابو حنیفہ نے ان دونوں صورتوں (شوہر کے اسلام سے انکار کرنے اور اس کے مرتد ہونے) میں فرق کیا ہے۔ ان کی رائے میں اگر فرقت شوہر کے انکار اسلام کی بناء پر ہو تو طلاق شمار ہو گی اور اگر فرقت شوہر کے ارتداد کی بناء پر ہو تو فسخ شمار ہو گی خواہ وہ فرقت ایسے سبب کی بناء پر ہو جس کو شوہر نے مکمل کیا ہو چونکہ کسی شخص کا مرتد ہو جانا ملک نکاح کے منافی ہے۔ اس لئے اس تناقض کی موجودگی میں یہ ممکن نہیں ہے کہ شوہر کا ارتداد ایسا فعل شمار کیا جائے جو زوجین کے احکام نکاح کے مطابق ہو۔ چونکہ ارتداد کی بناء پر ایسی صورت پیدا ہو جاتی ہے جس کے سبب نکاح قائم نہیں رہ سکتا لہذا ارتداد کو فسخ شمار کیا جائے گا اور نکاح ختم ہو جائے گا برخلاف اس صورت کے جب شوہر اسلام

سے انکار کرے کیونکہ اس وقت فرقت نکاح کے اغراض و مقاصد کے فوت ہو جانے کے سبب بن جائے گی اور وہ ایسا فعل شمار کیا جائے گا جو "مستفاد امن العقد" ہو گا اور اسی سبب سے انکار اسلام کے سبب فرقت طلاق شمار ہو گی۔ (۱۱۳)

تجزیہ

اگر شوہر مرتد ہو جائے تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک زوجین کے درمیان نکاح فی الفور فسخ ہو جائے گا۔ انفساخ نکاح کے لئے عدالت کے حکم کی ضرورت نہیں خواہ عورت مسلمان ہو یا کتابیہ لیکن امام محمد کے نزدیک اگر شوہر مرتد ہو جائے تو وہ ردت طلاق بائن شمار ہو گی کیونکہ وہ شوہر کا اختیاری فعل ہو گا اور اگر شوہر تائب ہو کر دین اسلام کی طرف لوٹ آئے تو عورت کی عدت میں یا اس کے بعد بھی از سر نو نکاح کرنا ہو گا لیکن زوجہ کو اس سے نکاح کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن متاخرین کا نقطہ نظر یہ ہے کہ صرف مباشرت ناجائز ہو گی۔ البتہ عدت کے دوران اسلام کی طرف آنے کی صورت میں نکاح جدید کی ضرورت نہیں ہے۔

ارتداد زوجہ کے بارے میں احناف کے اقوال

زوجہ کے ارتداد میں احناف کے تین قول پائے جاتے ہیں :

۱) یہ کہ جس طرح مرد کے مرتد ہونے سے نکاح فوراً فسخ ہو جاتا ہے اسی طرح عورت کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ ہو جائے گا اور بہر ممکن صورت سے یہ کوشش کی جائے گی کہ عورت اسلام کی طرف واپس آ جائے اور اسلام کی طرف لوٹ آنے پر اس کا دوبارہ نکاح جبراً اس کے سابق شوہر سے کرا دیا جائے گا۔

۲) یہ کہ زوجہ کے ارتداد کے بعد وہ مسلمانوں کے حق میں لونڈی کا درجہ حاصل کر لے گی اور اس صورت میں شوہر کو چاہئے کہ وہ حاکم وقت سے اس کو قیمتاً خرید لے اور لونڈی ہونے کی حیثیت سے فائدہ اٹھاتا رہے۔ (۱۱۴)

(۳) یہ کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا۔ متاخرین علماء بلخ و سمرقند کا یہی فتویٰ ہے۔

نتیجہ فکر

اس زمانے میں دوسرے قول پر عمل ناممکن ہے۔ اول قول اگرچہ احناف کی ظاہری روایت پر مبنی ہے لیکن موجودہ دور میں تیسرا قول اختیار کیا جانا متعین ہے اور جن حالات کے پیش نظر علماء بلخ اور سمرقند نے یہ قول اختیار کیا ہے وہ حالات آج بھی موجود ہیں۔ یہی رائے علامہ عبدالرحمٰن الجزری نے اپنی کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ میں بھی پیش کی ہے۔ (۱۱۵)

مالکی مسلک

اگر شوہر مرتد ہوا تو اس سلسلے میں تین قول بیان کیے جاتے ہیں :

(۱) یہ کہ ارتداد سے طلاق بائنہ واقع ہوگی۔

(۲) یہ کہ طلاق رجعی واقع ہوگی اور

(۳) یہ کہ نکاح فسخ ہو جائے گا۔

اول قول مشہور ہے چنانچہ شوہر کے ارتداد کی صورت میں کہا گیا ہے کہ دونوں کے درمیان تفریق کرادی جائے اور عورت کے مرتد ہونے کی صورت میں اگر یہ تحقیق ہو جائے کہ اس نے شوہر سے اپنی جان چھڑانے کے لئے ایسا کیا ہے تو عورت بائنہ نہ ہوگی بلکہ اس کے قصد کے خلاف عمل کیا جائے گا۔

شافعیہ کا مسلک

زوجین یا ان میں سے کسی ایک کا مرتد ہو جانا دخول کے بعد عمل میں آیا ہوگا یا دخول سے قبل۔ اگر دخول کے بعد یہ واقعہ پیش آیا ہے تو فوراً نکاح منقطع نہ ہوگا بلکہ ان کے دوبارہ اسلام لانے کی امید تک حکم موقوف رہے گا۔ پس اگر مرتد شوہر عورت کی عدت پوری ہونے سے قبل اسلام لے آئے تو ان کے درمیان نکاح باقی

رہے گا۔ بصورت دیگر ردت کے وقت سے نکاح منقطع سمجھا جائے گا اور اگر یہ ارتداد دخول سے پہلے واقع ہوا ہے تو اس صورت میں فوراً نکاح ختم ہو جائے گا۔ ان حضرات کے نزدیک مرد یا عورت دونوں کے ارتداد میں حکماً کوئی فرق نہیں یہ کہ زوجین کے درمیان تفریق فسخ ہوگی نہ کہ طلاق۔

حنبلیہ کا مسلک

حنبلیہ مسلک فقہ اس مسئلہ میں امام شافعی کے مسلک کے مطابق ہے۔ ان کے نزدیک بھی ایسی تفریق فسخ کے درجے میں ہے۔(۱۱۶)

استثناء

استثناء کا مطلب یہ ہے کہ اگر عورت نکاح سے قبل عیسائی یا یہودی تھی بعد کو مسلمان ہو گئی اور بعد ازاں اپنے سابقہ مذہب کی طرف لوٹ گئی یعنی پھر عیسائی یا یہودی مذہب اختیار کر لیا تو ایسی صورت میں نکاح قائم رہے گا۔ اسی طرح اگر عیسائی تھی اور اسلام اختیار کرنے کے بعد یہودی ہو گئی تب بھی نکاح فسخ نہ ہوگا کیونکہ کتابیہ سے مسلمان مرد کا نکاح فی الاصل جائز ہے لہذا جو شے اپنی ابتداء میں جائز ہے وہ بعد میں بھی اسی صورت میں جائز ہوگی۔ لیکن اگر عورت ہندو یا کسی غیر اہل کتاب مذہب کی پیرو تھی اور نکاح سے قبل مسلمان ہو گئی مگر بعد ازاں پھر ہندو مذہب اختیار کر لیا تو ایسی صورت میں نکاح فسخ ہو جائے گا کیونکہ جو شے اپنی اصل اور ابتداء میں ناجائز ہے وہ بعد میں بھی ناجائز ہوگی۔ بالفاظ دیگر جس شے کی ابتدا ناجائز ہے اس کا باقی رہنا بھی ناجائز ہوگا۔

پاکستان کا رائج الوقت قانون

قانون انفساخ ازدواج مسلمانان ۱۹۳۹ء سے پہلے زوجین میں سے کسی ایک کے مرتد ہو جانے کے سبب نکاح فسخ ہو جاتا تھا لیکن اس قانون کے نفاذ کے بعد سے زوجہ کے ارتداد سے نکاح فسخ نہیں ہوتا چنانچہ قانون مذکورہ کی دفعہ ۴ کے تحت کسی

کتابیہ شادی شدہ عورت کے محض ترک اسلام یا اپنے سابق مذہب کو اختیار کر لینے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا البتہ دفعہ ۲ قانون مذکور کے تحت ارتداد یا تبدیلی مذہب کی بناء پر وہ عورت تنسیخ نکاح کا دعویٰ دائر کر سکتی ہے لیکن جہاں تک مرد کے مرتد ہو جانے سے نکاح کے فسخ ہو جانے کا تعلق ہے وہ بالاتفاق فسخ ہو جائے گا۔ دفعہ ۴ قانون مرد کے ارتداد اور فسخ نکاح پر اثر انداز نہیں ہو گی چنانچہ اگر کوئی مسلمان شوہر عیسائی ہو جائے تو نکاح فی الفور ختم ہو جائے گا اور عدت گزرنے کے بعد عورت دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔ دفعہ مذکور کے احکام ایسے شادی شدہ عورتوں سے بھی متعلق نہیں ہیں جو کسی غیر کتابی مذہب کی پیرو تھیں اور بعد ازیں مسلمان ہو گئیں اور بعد میں اسی سابقہ مذہب کی طرف لوٹ گئیں۔

مرتد کے مال سے متعلق احکام

وہ احکام جو مرتد کے مال سے متعلق ہیں، ان کی تین قسمیں ہیں :

(۱) مرتد کی ملکیت کا حکم
(۲) مرتد کی میراث کا حکم اور
(۳) مرتد کے دین (قرض) کا حکم

جہاں تک مرتد کی ملکیت کا تعلق ہے تمام احناف اس حکم پر متفق ہیں کہ اگر اسلام کی طرف لوٹ آئے تو اس کے اموال پر اس کی ملکیت قائم رہے گی۔ اس امر میں بھی اتفاق ہے کہ اگر فوت ہو گیا یا دارالکفر میں چلا گیا یا قتل کر دیا گیا تو اس کے اموال سے اس کی ملکیت زائل ہو جائے گی۔

البتہ اس امر میں اختلاف ہے کہ ملکیت کے زائل ہونے کا حکم کب متصور ہو گا یعنی ملکیت کے زائل ہونے کے احکام مرتد کی ذات پر کس وقت مرتب ہوں گے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس کی ملکیت کے احکام مرتد کی حالت ظاہر ہونے پر موقوف رہیں گے۔ صاحبین کے نزدیک مرتد کے مال سے اس کی ملکیت محض فعل ارتداد کے ساتھ زائل نہیں ہوتی بلکہ اس کی ملکیت موت، قتل یا دارالکفر میں چلے جانے کے

بعد زائل ہو گی۔ (۱۱۷) راقم الحروف کی رائے میں صاحبین کا نقطہ نظر زوال ملکیت کے اعتبار سے ہے جب کہ امام ابو حنیفہ کے قول سے جو حکم مستنبط ہوتا ہے وہ ملکیت موقوف کے بارے میں ہے یعنی ارتداد کے ظاہر ہونے پر اس کی ملکیت موقوف ہو جاتی ہے اور اس کو کچھ بھی اختیار اس میں تصرف کا نہیں رہتا۔ یہ نقطہ نظر بنیادی طور پر صحیح اور انسب ہے۔ چنانچہ اگر وہ اسلام لے آیا تو اس کی ملکیت حالت اصلی کی طرف لوٹ سکتی ہے کیونکہ وہ رکاوٹ جو ارتداد کی وجہ سے پیدا ہو گئی تھی' دور ہو گئی اور اگر وہ ارتداد پر قائم رہا تو صاحبین کے قول کے بموجب اس کی موت' قتل یا دارالسلام سے دارالکفر میں چلے جانے پر اموال پر اس کی ملکیت منقطع ہو جائے گی۔

مالکیہ کے نزدیک امام (حاکم وقت) پر لازم ہو گا کہ ارتداد اختیار کرتے ہی مرتد کو مال میں تصرفات سے روک دے البتہ توبہ کی مہلت کے دوران اس کو بقدر ضرورت خورد و نوش کے لئے دیا جاتا رہے گا۔ اگر اس نے توبہ کر کے اسلام قبول کر لیا تو اس کا مال اس کی ملکیت ہو گا اور وہ اس میں ہر وہ تصرف کر سکے گا جو وہ ارتداد سے قبل کر سکتا تھا۔ (۱۱۸)

شافعیہ مسلک میں مرتد کی ملکیت کے زائل ہونے کے بارے میں چند اقوال ہیں۔ قوی قول یہ ہے کہ اس کی ملکیت موقوف ہو گی۔ اگر ارتداد کی حالت میں ہلاک ہو گیا تو ملکیت زائل ہو جائے گی اور اگر اسلام کی طرف لوٹ آیا تو اس کی ملکیت برقرار رہے گی۔ (۱۱۹)

حنبلیہ کے نزدیک مرتد کے اموال سے اس کی ملکیت اس وقت تک زائل نہ ہو گی جب تک اس کی حالت (ارتداد) واضح نہ ہو جائے۔ اسے تصرفات سے روک دیا جائے گا۔ اگر اسلام کی طرف لوٹ آیا تو اس کی ملکیت قائم شدہ متصور ہو گی اور اس کے تصرفات بھی نافذ ہوں گے۔ (۱۲۰)

مرتدہ کے اموال کی ملکیت کا مسئلہ

مرتد (مرد) کے احکام ملکیت کے برخلاف مرتدہ کی ملکیت کے بارے میں امام

ابو حنیفہ اور صاحبین میں اس امر پر اتفاق رائے پایا جاتا ہے کہ ارتداد عورت کی ملکیت کو زائل نہیں کرتا۔ واضح رہے کہ اموال سے مراد وہ اموال ہیں جو دارالسلام میں موجود ہوں۔ دارالکفر کے اموال مرتد یا مرتدہ کی ملکیت رہیں گے' ان سے شرعی احکام کا کوئی تعلق نہ ہو گا۔(۱۳۱)

مرتد کی میراث

ائمہ اربعہ کا نقطہ نظر

مرتد اگر مارا جائے یا مر جائے یا دارالحرب میں رہ پڑے تو جو کچھ اس نے حالت اسلام میں کمایا ہے وہ اس کے مسلمان ورثاء کی میراث قرار پائے گا اور جو کچھ حالت ارتداد میں کمایا ہے وہ بیت المال کی ملکیت ہو گا۔ یہ قول امام ابو حنیفہ کا ہے۔ صاحبین کے نزدیک اسلام اور ردت دونوں حالتوں یا زمانوں کی کمائی میں مرتد کے مسلمان ورثاء وارث ہوں گے۔ امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک دونوں زمانوں کی کمائی بیت المال کی ملکیت ہو گی۔ ان کے ایک قول کے مطابق یہ ملکیت بطور مال غنیمت کے اور دوسرے قول کے مطابق بطور مالِ ضائع کے ہو گی۔(۱۳۲)

البتہ احناف کے نزدیک مرتد (عورت) مر جائے تو اس کا کل مال اس کے مسلمان ورثاء میں تقسیم ہو گا خواہ وہ اس عورت نے مرتد ہونے سے پہلے کمایا ہو یا بعد میں۔ مسلمان جو مرتد کی میراث لیتا ہے وہ دراصل سد ذرائع اور منع احتیال (حیلہ سازی) قانون کے خلاف کے طور پر ہے۔(۱۳۳)

مرتد کی زوجہ بشرطیکہ مسلمان ہو' اس کی وارث ہو گی۔ اگر اس کا مرتد شوہر مر جائے درآں حالیکہ وہ عدت میں ہو' اگر عدت ختم ہونے کے بعد انتقال کرے یا مرتد نے اس سے صحبت ہی نہ کی ہو تو وہ میراث کی مستحق نہ ہو گی۔ اس کی حیثیت "زوجہ فار" میراث سے بھاگنے والے شوہر کی زوجہ کی مثل ہے جو بصورتِ وفات شوہر (دوران عدت) وارث ہوتی ہے۔ اگر وہ عورت اپنے شوہر کے ساتھ مرتد ہو گئی ہو

تو اس کو کچھ میراث نہ ملے گی، جس طرح کہ وہ اقارب جو مرتد ہوں، اس کے وارث نہیں ہوتے۔

مرتد ولایت کا اہل نہیں ہوتا، اس لئے وہ کسی سے میراث نہیں پاتا، کیونکہ اس نے مرتد ہو کر گناہ (جرم وجنایت) کا ارتکاب کیا ہے۔ اور میراث سے بطورِ سزا محروم ہو جانا، ارتداد کا شرعی صلہ ہے، جیسے کہ قاتل قتل کے سبب مقتول کی میراث سے محروم ہو جاتا ہے۔ امام مالک اور شافعی کے نزدیک مرتد نہ خود کسی کا وارث ہوتا ہے اور نہ کوئی دوسرا اس کی میراث لیتا ہے۔ جو کچھ چھوڑتا ہے، خواہ حالت اسلام میں کمایا ہو یا حالت ارتداد میں، بیت المال کی ملک ہوتا ہے۔ جب زوجین ایک ساتھ مرتد ہو جائیں، اور پھر ان سے اولاد ہو، پھر مرتد مر جائے تو عورت کو اس مرتد کی میراث نہ ملے گی اگرچہ ان دونوں کے درمیان نکاح باقی رہا ہو۔ جہاں تک بچے کی میراث کا تعلق ہے، اگر مرتد ہونے کے دن سے چھ ماہ کے اندر پیدا ہوا تو اس کو میراث ملے گی کیونکہ یہ امر اس بات کا یقینی ثبوت ہے کہ وہ اپنی ماں کے بطن میں اس وقت موجود تھا جب کہ اس کے والدین مسلمان تھے۔ اس لئے وہ اسلام کا تابع قرار دیا جائے گا اور ماں باپ کے مرتد ہو جانے سے مرتد قرار نہیں دیا جائے گا جبکہ وہ دارالسلام میں رہے۔ چونکہ اسلام کا حکم بطریق تبعیت دار کے ابتداءً ثابت ہوتا ہے اس لئے اس کا باقی رہنا اولیٰ ہوگا۔ لہٰذا جب بچہ مسلمان رہا تو وہ مرتد کے ورثاء میں شمار ہوگا۔ لیکن اگر وہ بچہ یوم ارتداد سے چند ماہ کے بعد پیدا ہوا تو وہ اپنے مرتد والدین سے میراث پانے کا مستحق نہ ہوگا اگرچہ ان دونوں کے درمیان نکاح قائم ہو کیونکہ ایسی صورت میں نطفہ کا قائم رہنا قریب ترین وقت سے لیا جائے گا۔ اور قریب ترین وقت (باعتبار کم از کم مدت حمل) چھ ماہ ہے۔ چنانچہ جب بچہ کا نطفہ مرتد کے قطرۂ منی سے قائم ہوا تو وہ بچہ بھی اپنے والدین کے ساتھ مرتد کے حکم میں ہوگا۔ (۱۲۳)

امام احمد بن حنبل کے نزدیک جبکہ مرتد ردّت پر قائم رہتے ہوئے مر جائے یا

قتل کر دیا جائے تو اس کا مال بیت المال میں داخل کر دیا جائے گا۔ حکم کے اس جزو میں وہ امام مالک وشافعی سے متفق ہیں۔ اور یہ قول حنبلی قانونِ وراثت میں صحیح ترین تسلیم کیا گیا ہے۔

اگر زوجین یا ان میں سے کوئی ایک مرتد ہو جائے تو ان کے درمیان باہم وراثت جاری نہ ہو گی، خواہ وہ دارالحرب میں چلے جائیں یا دارالسلام میں مقیم ہوں۔ امام مالک وشافعی بھی اسی کے قائل ہیں۔

جو بچہ مرتد ہونے کے چھ ماہ بعد پیدا ہوا ہو امام احمد کے نزدیک اس کا غلام بنا لینا جائز ہو گا۔ (جس کے یہ معنی ہیں کہ ان کے نزدیک بچہ مرتد کا تابع ہو گا اور وارث نہ ہو گا) یہی قول امام شافعی کا ہے۔

جب مرتد دارالکفر میں چلا جائے تو ایسی صورت میں اس کا مال موقوف رکھا جائے گا، اگر اسلام لے آیا تو مال اس کے سپرد کر دیا جائے گا اور اگر مر گیا تو وہ غنیمت تصور کیا جائے گا۔ یہی قول امام مالک اور شافعی کا ہے۔ اہل عراق اس کے خلاف ہیں۔ ان کے نزدیک دارالکفر میں چلا جانا زوال ملک کا سبب ہوتا ہے، اس لئے مرتد کی واپسی کے بعد مال واپس نہ ہو گا، بلکہ جس طرح اس کی موت کی صورت میں اس کے اقرباء پر صرف کیا جاتا ہے اسی طرح صرف کیا جائے گا۔ اگر اسلام کی طرف واپس آ جائے تو جو مال باقی ہو گا وہ لے لے گا اور ورثاء نے جو صرف کر دیا ہو گا وہ واپس نہ ہو گا۔ (۱۲۵)

شیعہ امامیہ

شیعہ امامیہ کے نزدیک مرتد کسی مسلم کا وارث نہ ہو گا، لیکن مسلم مرتد کا وارث ہو گا۔ لیکن ترکہ کس وقت تقسیم کیا جائے گا!! اس کے متعلق امامیہ کے یہاں دیگر مذاہب کے مقابلہ میں ایک جدید تفصیل پائی جاتی ہے۔ ان کے نزدیک اگر ایک پیدائشی کافر مسلمان ہو کر پھر اسی دین کی طرف لوٹ جائے تو اس کا ترکہ فوری قابل تقسیم قرار دیا جائے گا، خواہ قتل کر دیا گیا ہو یا زندہ ہو، بشرطیکہ مرد ہو، لیکن اگر

عورت ہے تو تاوقتیکہ فوت نہ ہو جائے اس کا ترکہ تقسیم نہ ہو گا۔

اور اگر پیدائشی مسلمان مرتد ہو جائے تو اس کا ترکہ قتل یا موت سے قبل تقسیم نہ کیا جائے گا۔ البتہ اس کی زوجہ عدت کا زمانہ پورا ہونے کے بعد بائنہ ہو جائے گی۔ (۱۲۶)

ظاہریہ

ظاہریہ کے نزدیک مرتد کا نہ کوئی وارث ہو سکتا ہے نہ مرتد کسی کا وارث ہو سکتا ہے۔ جو مال چھوڑے گا وہ مسلمانوں کے بیت المال کا حق ہو گا، خواہ اسلام کی طرف رجوع کرے یا نہ کرے، یا ارتداد کی حالت میں مرجائے یا قتل کر دیا جائے یا دارالحرب میں منتقل ہو جائے، لیکن وہ مال جو اس کے قتل یا موت کے بعد حاصل ہوا ہو اس کے کافر ورثاء کا حق ہو گا۔ (۱۲۷)

مختصر یہ کہ احناف کے تمام ائمہ اس امر پر متفق ہیں کہ مرتد نے جو مال بحالت اسلام حاصل کیا وہ اس کے مسلمان ورثاء کی ملکیت ہو گا۔

امام شافعی کے نزدیک وہ مال فے متصور ہو گا اور بیت المال کی ملکیت قرار پائے گا۔ (۱۲۸)

مالکیہ کے نزدیک بھی آزاد مرتد (مرد) کا مال فے (مال غنیمت) شمار ہو کر بیت المال میں داخل کر دیا جائے گا، ورثاء میں تقسیم نہ ہو گا۔ (۱۲۹)

حنبلیہ کے نزدیک بھی ارتداد کے جرم میں قتل کیے جانے، یا دارالکفر میں چلے جانے یا دارالسلام میں ارتداد کی حالت میں فوت ہو جانے پر مرتد کا مال مالِ غنیمت میں شمار ہو گا۔ (۱۳۰)

مرتد کی میراث کے مسئلہ میں ظاہریہ کا قول یہ ہے کہ اگر وہ اسلام کی طرف لوٹ آیا تو اس کا مال اس کی ملکیت رہے گا اور اگر قتل کر دیا گیا تو اس کے کافر ورثاء کا حق ہو گا۔ (۱۳۱)

شیعہ فقہ کی رو سے مرتد کے مرنے یا قتل ہونے کے بعد یا دار کفر میں منتقل

ہونے کے بعد اس کا ترکہ مسلمان ورثاء میں تقسیم کردیا جائے گا۔ اگر کوئی مسلمان وارث موجود نہ ہو تو اب یہ ترکہ امام کا حق ہوگا۔ (۱۳۲)

پاکستانی قانون

اگرچہ پاکستان میں اسلامی قانونِ وراثت کا مسلمانوں کے منجملہ دیگر شخصی قوانین کے مختلف اطلاقی ایکٹوں کے ذریعے نافذ و رائج ہونا قرار دیا جاچکا ہے لیکن مرتد کی میراث کے مسئلہ میں شریعت کے خلاف عمل درآمد ہو رہا ہے۔ شرعِ اسلام کا یہ ایک واضح حکم ہے کہ جو مسلمان مرتد ہو جائے وہ میراث سے محروم ہو جاتا ہے، مگر یہ حکم مذہبی آزادی کے ایکٹ ۲۱، بابت ۱۸۵۰ء کے سبب نافذ نہیں ہو سکتا جس کے تحت کسی شخص کا اپنے دین سے منحرف ہو کر دوسرا دین اختیار کرلینا اس کے حقوق کو متاثر نہیں کرتا۔ اس لئے وراثت کے احکام میں شرعی قانون کا اطلاق ہونے کے باوجود مرتد کے اسلامی احکامِ میراث آج بھی عدالتوں کے ذریعے نافذ نہیں کرائے جاسکتے۔ ضرورت ہے کہ ۱۸۵۰ء کا مذکورہ ایکٹ منسوخ کیا جائے۔

تجزیہ

"مرتد کی میراث" کے مسئلہ کے دو جزو ہیں۔

۱) مرتد کا خود میراث سے محروم ہو جانا

۲) اس کے مسلمان یا مرتد ورثاء کا وارث ہونا

جہاں تک مسئلہ کے پہلے جزو کا تعلق ہے اس میں ائمہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ مرتد خود میراث سے محروم ہوگا۔ البتہ دوسرے جزو میں اختلاف ہے کہ احناف حالت اسلام اور حالت ارتداد میں کمائی ہوئی دولت میں فرق کرتے ہیں جب کہ دیگر ائمہ ایسے فرق کے قائل نہیں۔ احناف کے نزدیک حالت اسلام میں کمایا ہوا مال اس کے مسلمان ورثاء میں تقسیم ہوگا اور حالت ارتداد میں کمایا ہوا

مال بیت المال کی ملکیت ہو گا' بشرطیکہ مرتد مرد ہو۔ البتہ عورت کی صورت میں دونوں حالتوں میں کمایا ہوا مال اس کے مسلمان ورثاء کا حق ہو گا۔ اس کے برخلاف ائمہ ثلاثہ کل مال بیت المال کی ملکیت قرار دیتے ہیں خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ شیعہ امامیہ بھی اس بارے میں کوئی تفریق نہیں کرتے۔ البتہ وہ میراث ایک مقررہ وقت تک روکنے کے قائل ہیں جس سے (غالباً) یہ نتیجہ بھی نکل سکتا ہے کہ وہ بلا امتیاز حالت مسلمان ورثاء کے استحقاق کے قائل ہیں۔ ظاہریہ جس طرح مرتد کو کسی مسلمان کا وارث نہ ہونا جملہ مذاہب کے مطابق تسلیم کرتے ہیں وہاں اس نقطۂ نظر کے قائل نظر آتے ہیں کہ مسلمان بھی مرتد کا وارث نہ ہو گا' جیسا کہ وہ کافر کی میراث میں قائل ہیں۔ چنانچہ ان کے نزدیک کافر و مرتد کی میراث کے مسئلہ میں کوئی فرق نہیں۔

مرتد کا حق ولایت

قرآن حکیم مسلمان پر کافر کی ولایت کو منع کرتا ہے۔ (۱۳۳) کافر کو مسلمان پر کسی قسم کی ولایت حاصل نہیں' خواہ وہ ولایت نکاح ہو یا حق حضانت۔ یہی حکم مرتد کے لئے ہے۔ چنانچہ شرعاً ایک مرتد کا نابالغ کے نکاح کر دینے کا حق و اختیار بوجہ ارتداد معطل ہو جاتا ہے تاآنکہ وہ توبہ نہ کر لے اور اسلام کی طرف نہ لوٹ آئے۔ (۱۳۴)

لیکن ایکٹ ۲۱' بابت ۱۸۵۰ء میں یہ حکم مذکور ہے کہ کوئی قانون یا رواج کسی ایسے شخص کو جو اپنا مذہب ترک کر دے' اس کے حق یا جائداد سے محروم نہ کر سکے گا۔ اور چونکہ ولایت بھی ایک حق ہے اس لئے یہ بھی ترک مذہب کی بناء پر متاثر نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ پنجاب چیف کورٹ نے ایک مسلمان باپ کے سلسلہ میں جو عیسائی ہو گیا تھا' یہ فیصلہ دیا کہ بوجہ ارتداد باپ کو اپنی نابالغ اولاد کی ذات اور جائداد کی ولایت کے حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ (۱۳۵) شرع اسلام کی روشنی میں یہ اور اس قسم کے دوسرے فیصلے قطعاً غلط ہیں۔

مرتد کی ذات سے متعلق چند دیگر احکام

ارتداد کے بعد مرتد حق ولایت سے محروم ہو جاتا ہے' اس کا ذبیحہ بھی حلال نہ ہو گا' کوئی اسلامی عبادت اس پر فرض نہ رہے گی' وراثت و ولایت کی اہلیت ساقط ہو جائے گی' اس کا خاندان اس کے دیت کے جرم پر دیت (تاوان) ادا کرنے کا پابند نہ ہو گا۔ (۱۳۶) مرتد سے فدیہ لینا جائز نہ ہو گا' یعنی فدیہ لے کر اس کو چھوڑ دینا جائز نہیں۔ (۱۳۷)

مرتد کے قرض کا مسئلہ

مرتد کے دین (قرض' جس میں کفالتی قرضہ بھی شامل ہوتا ہے) کے متعلق صاحبین کا یہ قول کہ مرتد کے دین کا بار اس کے مال پر ڈالا جائے گا جو اس نے اسلام اور ارتداد کی حالت میں کمایا ہو' امام ابو حنیفہ کے نزدیک بروایت ابو یوسف ارتداد کی حالت میں کمائے ہوئے مال پر ڈالا جائے گا' بشرطیکہ اس مال کی مقدار دین کو پوری طرح ادا کر دے۔ اگر ارتداد کی حالت میں کمایا ہوا مال دین کی کل مقدار کی ادئیگی کے لئے کافی نہ ہو تو جو باقی ہے حالت اسلام میں کمائے ہوئے مال سے ادا کیا جائے گا۔ اس کے برخلاف حسن بن زیاد نے اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ سے روایت بیان کی ہے کہ اسلام کی حالت میں دین کا بار اسلام کی حالت میں کمائے ہوئے مال پر ڈالا جائے گا اور ارتداد کی حالت میں دین ارتداد کے مکسوبہ مال سے ادا کیا جائے گا حسن بن زیاد کی روایت صحیح ہے۔ (۱۳۸)

شافعیہ کے نزدیک مرتد کا قرض قبل از ارتداد اس کے مال سے ادا کیا جائے گا' اور بقیہ بیت المال کی ملکیت ہو گا۔ (۱۳۹)

یہی صورت حنابلہ کے نزدیک ہے۔ (۱۴۰)

شیعی فقہ میں مرتد کے اموال سے اس کے ذمہ قرضے ادا کئے جائیں گے' نیز دیگر وہ حقوق جو اس پر واجب ہوں' پورے کئے جائیں گے۔ (۱۴۱)

مرتد کا ارتکاب جنایت (جرم)

اگر مرتد نے ارتداد سے قبل یا بعد کسی غیر مسلم شہری پر کسی قسم کی دست اندازی کے جرم کا ارتکاب کیا ہو تو اس کے مال سے اس جرم کی دیت یا تاوان لیا جائے گا' لیکن اگر اس سے کسی مسلم کے ساتھ ایسا جرم سرزد ہوا تو اس پر قصاص واجب ہو گا۔ مال میں سے کچھ نہ لیا جائے گا۔ اگر ارتداد سے رجوع کر کے پھر اسلام لے آیا تو ارتداد کے سبب قتل ساقط ہو جائے گا' لیکن قصاص بدستور قائم رہے گا۔ (۱۳۲)

مرتد سے حالت ارتداد میں کسی کو قتل کرنے کے جرم میں قصاص لیا جائے گا اور یہ قصاص ارتداد کے قتل پر مقدم ہو گا۔ البتہ اگر مقتول کے ورثاء خون بہا لینے پر راضی ہوئے تو اس کی ادائیگی مرتد کے مال سے کی جائے گی۔ (۱۳۳)

مرتد کی اولاد کے متعلق احکام

مرتد کی اولاد کی دو صورتیں ہوں گی۔ یا تو زوجین کے اسلام پر قائم رہنے کی حالت میں پیدا ہوئی ہو گی یا مرتد ہونے کے بعد۔ اگر اولاد اس زمانے میں پیدا ہوئی جب کہ زوجین اسلام پر قائم تھے اور یہ اولاد بالغ ہے تو مسلمان رہے گی' اور اگر نابالغ ہے تو اس وقت تک مسلمان متصور ہو گی جب تک دارالسلام میں ہے۔ اگر مرتد فرار ہو کر دارالکفر چلا گیا اور ساتھ ہی اپنے نابالغ بچوں کو بھی دارالکفر لے گیا تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج متصور ہوں گے۔

اگر یہ اولاد ارتداد کی حالت میں پیدا ہوئی ہو تو اولاد بھی اپنے مرتد کے اتباع میں بمنزلہ مرتد شمار ہو گی۔ (۱۳۴)

مالکیہ کے نزدیک مرتد کے قتل کے بعد اگر اس کی خردسال اولاد موجود ہو تو وہ مسلمان متصور ہو گی' اپنے باپ یا والدین کے ارتداد میں ان کی تابع نہ ہو گی۔ چنانچہ اگر مرتد نے اپنے بعد نابالغ اولاد چھوڑی اور نابالغ حالات سے ناواقف رہ کر جوان ہو

اور اس سے کفر کی کوئی بات صادر نہ ہو تو وہ مسلم ہی متصور ہو گا' لیکن اگر جوان ہونے کے بعد کفر کا اظہار کیا تو اس پر ارتداد کا حکم مرتب ہو گا۔

شافعیہ کے نزدیک مرتد کی اولاد خواہ قبل ردت کی ہو یا دوران ردت کی' اگر اس کے والدین میں کوئی ایک مسلم ہے تو وہ اولاد بھی مسلم متصور ہو گی' بلکہ دونوں (ماں باپ) کے مرتد ہو جانے کی صورت میں بھی اولاد مسلم متصور ہو گی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ماں باپ دونوں کے مرتد ہو جانے کی صورت میں اولاد بھی مرتد متصور ہو گی۔ مغنی المحتاج کے مصنف نے مرتد ہونے کے قول کو پسند کیا ہے۔ (۱۳۵)

حنبلی فقہ میں جو اولاد بحالت اسلام پیدا ہو گی اس کا غلام بنانا جائز نہ ہو گا' البتہ بحالت ردت پیدا ہونے والی اولاد کو غلام بنانا جائز ہو گا۔ (۱۳۶)

شیعی فقہاء کے نزدیک مرتد کی اولاد مسلم کے حکم میں ہو گی۔ اگر اسلام کی حالت میں بالغ ہوئی تو پھر سرے سے کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوتا' لیکن اگر بالغ ہونے کے بعد اس نے ارتداد اختیار کیا تو اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اگر توبہ کر لی تو فبہا ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔

جس کی اولاد مرتد ہو جانے کے بعد پیدا ہو اور اس اولاد کی ماں مسلمان ہو تو وہ اولاد مسلمان شمار ہو گی' لیکن اگر ماں بھی مرتد ہے اور حمل ارتداد کے بعد قائم ہوا تھا تو اب اولاد والدین کے حکم میں ہو گی' یعنی مرتد متصور ہو گی۔

ضمیمہ

تکفیر کے اصول

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد: ارتداد کے معنی لغت میں پھر جانے اور لوٹ جانے کے ہیں اور اصطلاحِ شریعت میں ایمان و اسلام سے پھر جانے کو ارتداد اور پھرنے والے کو مرتد کہتے ہیں۔ اور ارتداد کی صورتیں دو ہیں۔ ایک تو یہ کہ کوئی کم بخت صاف طور پر تبدیل مذہب کر کے اسلام سے پھر جائے جیسے عیسائی، یہودی، آریہ، سماجی وغیرہ مذہب اختیار کرے، یا خداوند کے وجود یا توحید سے منکر ہو جائے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کرے (والعیاذ باللہ تعالیٰ)۔ دوسرے یہ کہ اس طرح سے صاف طور پر تبدیل مذہب اور توحید رسالت سے انکار نہ کرے، لیکن کچھ اعمال یا اقوال یا عقائد ایسے اختیار کرے جو انکارِ قرآن مجید یا انکارِ رسالت کے مترادف و ہم معنی ہیں۔ مثلاً اسلام کے کسی ایسے ضروری و قطعی حکم کا انکار کر بیٹھے جس کا ثبوت قرآن کی نص صریح سے ہو یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق تواتر ثابت ہوا ہو۔ یہ صورت بھی باجماعِ امت ارتداد میں داخل ہے، اگرچہ اس ایک حکم کے سوا تمام احکامِ اسلامیہ پر شدت کے ساتھ پابند ہو۔

ارتداد کی اس دوسری صورت میں اکثر مسلمان غلطی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور ایسے لوگوں کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ اور یہ اگرچہ بظاہر ایک سطحی اور معمولی غلطی ہے،

لیکن اگر اس کے ہولناک نتائج پر نظر کی جائے تو اسلام اور مسلمان کے لئے اس سے زیادہ کوئی چیز مضر نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں کفر و اسلام کے حدود ممتاز نہیں رہتے، کافر و مومن میں کوئی امتیاز باقی نہیں رہتا۔ اسلام کے چالاک دشمن اسلامی برادری کے ارکان بن کر مسلمانوں کے لئے "مار آستین" بن سکتے ہیں اور دوستی کے لباس میں دشمنی کی ہر قرارداد کو مسلمانوں میں نافذ کر سکتے ہیں۔

اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس صورت میں ارتداد کی توضیح کسی قدر تفصیل کے ساتھ کر دی جائے۔ اور چونکہ ارتداد کی حقیقت صحیح ایمان کے مقابلہ ہی سے معلوم ہو سکتی ہے اس لئے پہلے اجمالاً ایمان کی تعریف اور پھر ارتداد کی حقیقت لکھی جاتی ہے۔

ایمان وارتداد کی تعریف

ایمان کی تعریف مشہور و معروف ہے جس کے اہم جزو دو ہیں: ایک حق سبحانہ و تعالیٰ پر ایمان لانا دوسرے اس کے رسول ﷺ پر۔ لیکن جس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ پر ایمان کے یہ معنی نہیں کہ صرف اس کے وجود کا قائل ہو جائے بلکہ اس کی تمام صفات کاملہ، علم، سمع، بصر، قدرت وغیرہ کو اسی شان کے ساتھ ماننا ضروری ہے جو قرآن وحدیث میں بتلائی ہیں، ورنہ یوں تو ہر مذہب وملت کا آدمی خدا کے وجود کو مانتا ہے اور یہودی، نصرانی، مجوسی سب ہی اس پر متفق ہیں۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کا بھی یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ آپ کے وجود کو مان لے کہ آپ مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی، تریسٹھ سال عمر ہوئی، فلاں فلاں کام کئے، بلکہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کی حقیقت وہ ہے جو قرآن مجید نے بالفاظ ذیل بتائی ہے:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾

"قسم ہے آپ کے رب کی! یہ لوگ اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتے

جب تک کہ وہ آپ کو اپنے تمام نزاعات و اختلافات میں حکم نہ بنا دیں اور پھر جو فیصلہ آپ فرما دیں اُس سے اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اس کو پوری طرح تسلیم نہ کریں"۔

روح المعانی میں اسی آیت کی تفسیر سلف سے اس طرح نقل فرمائی ہے :

فقد روی عن الصّادق رضی اللّٰه عنه انه قال : لو ان قومًا عبدوا اللّٰه تعالٰی و اقاموا الصلوٰة وآتوا الزکوة وصاموا رمضان وحجوا البیت ثم قالوا لشیء صنعه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الا صنع خلاف ماصنع ووجدوا فی انفسهم حرجا لکانوا مشرکین' ثم تلا هذه الآیة (روح المعانی' ص ۶۵' ج ۵)

"حضرت جعفر صادق ؓ سے منقول ہے کہ اگر کوئی قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے' اور نماز کی پابندی کرے' اور زکوٰۃ ادا کرے' اور رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ کا حج کرے' مگر پھر کسی ایسے فعل کو جس کا ذکر حضور ﷺ سے ثابت ہو' یوں کہے کہ آپ نے ایسا کیوں کیا' اس کے خلاف کیوں نہ کیا' اور اس کے ماننے سے اپنے دل میں تنگی محسوس کرے تو یہ قوم مشرکین میں سے ہے"۔

آیت مذکورہ اور اس کی تفسیر سے واضح ہو گیا کہ رسالت پر ایمان لانے کی حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے تمام احکام کو ٹھنڈے دل سے تسلیم کیا جائے اور اس میں کسی قسم کا پس و پیش یا تردد نہ کیا جائے۔

اور جب ایمان کی حقیقت معلوم ہو گئی تو کفر و ارتداد کی صورت بھی واضح ہو گئی' کیونکہ جس چیز کے ماننے اور تسلیم کرنے کا نام ایمان ہے اسی کے نہ ماننے اور انکار کرنے کا نام کفر و ارتداد ہے (صرح بہ فی شرح المقاصد) اور ایمان و کفر کی مذکورہ تعریف سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ کفر صرف اسی کا نام نہیں کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ یا

رسول اللہ ﷺ کو سرے سے نہ مانے، بلکہ یہ بھی اسی درجہ کا کفر اور نہ ماننے کا ایک شعبہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے جو احکام قطعی ویقینی طور پر ثابت ہیں ان میں سے کسی ایک حکم کے تسلیم کرنے سے (یہ سمجھتے ہوئے کہ حضور ﷺ کا حکم ہے) انکار کر دیا جائے، اگرچہ باقی سب احکام کو تسلیم کرے اور پورے اہتمام سے سب پر عامل بھی ہو۔

اور وجہ یہ ہے کہ کفر و ارتداد حضرت مالک الملک والملکوت کی بغاوت کا نام ہے اور سب جانتے ہیں کہ بغاوت جس طرح کہ بادشاہ کے تمام احکام کی نافرمانی اور مقابلہ پر کھڑے ہو جانے کو کہتے ہیں اسی طرح یہ بھی بغاوت ہی سمجھی جاتی ہے کہ کسی ایک قانون شاہی کی قانون شکنی کی جائے اگرچہ باقی سب احکام کو تسلیم کرلے۔

شیطان ابلیس جو دنیا میں سب سے بڑا کافر اور کافرگر ہے اس کا کفر بھی اسی دوسری قسم کا کفر ہے کیونکہ اس نے بھی نہ تبدیل مذہب کیا نہ خدا تعالیٰ کے وجود قدرت وغیرہ کا انکار کیا نہ ربوبیت سے منکر ہوا صرف ایک حکم سے سرتابی کی جس کی وجہ سے ابد الآباد کے لئے مطرود ملعون ہو گیا۔

حافظ ابن تیمیہ الصارم المسلول ص ۳۶۷ میں فرماتے ہیں :

كما ان الرد تتجرد عن السبّ فكذلك تتجرد عن قصد تبديل الدين و ارادة التكذيب بالرسالة كما تجرد كفر ابليس عن قصد السبيل بالربوبية

"جیسا کہ ارتداد اس کے بغیر بھی ہو سکتا ہے کہ حق تعالیٰ یا اس کے رسول کی شان میں سب و شتم سے پیش آوے اسی طرح بغیر اس کے بھی ارتداد متحقق ہو سکتا ہے کہ آدمی تبدیل مذہب کا یا تکذیب رسول کا قصد کرے جیسا کہ ابلیس لعین کا کفر تکذیب ربوبیت سے خالی ہے"۔

الغرض ارتداد صرف اسی کو نہیں کہتے کہ کوئی شخص اپنا مذہب بدل دے یا صاف طور پر خدا اور رسول کا منکر ہو جائے بلکہ ضروریات دین کا انکار کرنا اور قطعی

الثبوت والدلالۃ احکام میں سے کسی ایک کا بعد علم انکار کر دینا بھی اسی درجہ کا ارتداد اور کفر ہے۔

تنبیہہ

ہاں اس جگہ دو باتیں قابل خیال ہیں۔ اول یہ کہ کفر وارتداد اس صورت میں عائد ہوتا ہے جب کہ حکم قطعی کے تسلیم کرنے سے انکار اور گردن کشی کرے اور اس حکم کے واجب التعمیل ہونے کا عقیدہ نہ رکھے لیکن اگر کوئی شخص حکم کو تو واجب التعمیل سمجھتا ہے مگر غفلت یا شرارت کی وجہ سے اس پر عمل نہیں کرتا تو اس کو کفر وارتداد نہ کہا جائے گا اگرچہ ساری عمر میں ایک دفعہ بھی اس حکم پر عمل کرنے کی نوبت نہ آئے بلکہ اس شخص کو مسلمان ہی سمجھا جائے گا۔ اور پہلی صورت میں کہ کسی حکم قطعی کو واجب التعمیل ہی نہیں جانتا اگرچہ کسی وجہ سے وہ ساری عمر اس پر عمل بھی کرتا رہے جب بھی کافر مرتد قرار دیا جائے گا۔ مثلاً ایک شخص پانچوں وقت کی نماز کا شدت کے ساتھ پابند ہے مگر فرض و واجب التعمیل نہیں جانتا یہ کافر ہے اور دوسرا شخص جو فرض جانتا ہے مگر کبھی نہیں پڑھتا وہ مسلمان ہے اگرچہ فاسق وفاجر اور سخت گناہ گار ہے۔

دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ ثبوت کے اعتبار سے احکام اسلامیہ کی مختلف قسمیں ہو گئی ہیں۔ تمام اقسام کا اس بارے میں ایک حکم نہیں۔ کفر وارتداد صرف ان احکام کے انکار سے عائد ہوتا ہے جو قطعی الثبوت بھی ہوں اور قطعی الدلالت بھی۔ قطعی الثبوت ہونے کا مطلب تو یہ ہے کہ ان کا ثبوت قرآن مجید یا ایسی احادیث سے ہو جن کے روایت کرنے والے آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک سے لے کر آج تک ہر زمانہ اور ہر قرن میں مختلف طبقات اور مختلف شہروں کے لوگ اس کثرت سے رہے ہوں کہ ان سب کا جھوٹی بات پر اتفاق کر لینا محال سمجھا جائے
(اسی کو اصطلاح حدیث میں تواتر اور ایسی احادیث کو احادیث متواترہ کہتے ہیں۔)

اور قطعی الدلالۃ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو عبارت قرآن مجید میں اس حکم

کے متعلق واقع ہوئی ہے یا حدیث متواترہ سے ثابت ہوئی ہے وہ اپنے مفہوم مراد کو صاف صاف ظاہر کرتی ہو اس میں کسی قسم کی الجھن نہ ہو کہ جس میں کسی کی تاویل چل سکے۔

پھر اس قسم کے احکام قطعیہ اگر مسلمانوں کے ہر طبقہ خاص و عام میں اس طرح مشہور و معروف ہو جائیں کہ ان کا حاصل کرنا کسی خاص اہتمام و تعلیم و تعلم پر موقوف نہ رہے بلکہ عام طور پر مسلمانوں کو وراثتاً وہ باتیں معلوم ہو جاتی ہوں جیسے نماز' روزہ' حج' زکوۃ کا فرض ہونا' چوری' شراب خوری کا گناہ ہونا' آنحضرت ﷺ کا خاتم الانبیاء ہونا وغیرہ تو ایسے احکام قطعیہ کو ضروریات دین کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور جو اس درجہ مشہور نہ ہوں وہ صرف قطعیات کہلاتے ہیں' ضروریات نہیں۔

اور ضروریات اور قطعیات کے حکم میں یہ فرق ہے کہ ضروریات دین کا انکار باجماع امت مطلقاً کفر ہے' ناواقفیت و جہالت کو اس میں عذر نہ قرار دیا جائے گا اور نہ کسی قسم کی تاویل سنی جائے گی۔

اور قطعیات محضہ جو شہرت میں اس درجہ کو نہیں پہنچتے تو حنفیہ کے نزدیک اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر کوئی عام آدمی بوجہ ناواقفیت و جہالت کے ان کا انکار کر بیٹھے تو ابھی اس کے کفر و ارتداد کا حکم نہ کیا جائے گا بلکہ پہلے اس کو تبلیغ کی جائے گی کہ یہ حکم اسلام کے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ احکام میں سے ہے اس کا انکار کفر ہے اس کے بعد بھی اگر وہ اپنے انکار پر قائم رہے تب کفر کا حکم کیا جائے گا۔

> كما في المسايرة و المسامرة لا بن الهمام ولفظه' و اماما ثبت قطعا و لم يبلغ حذ الضرورة كا ستحقاق بنت الابن السدس مع البنت الصلبية باجماع المسلمين فظاهر كلام الحنفية الاكفار بجحده بانهم لم يشترطوا في الاكفار سوى القطع في الثبوت (الى قوله) و يجب حمله على ما

اذا علم المنکر ثبوته قطعا (مسامرہ، ص ۱۳۹)

"اور جو حکم قطعی الثبوت تو ہو مگر ضرورت کی حد کو نہ پہنچا ہو جیسے (میراث میں) اگر پوتی اور بیٹی حقیقی جمع ہوں تو پوتی کو چھٹا حصہ ملنے کا حکم اجماع امت سے ثابت ہے سو ظاہر کلام حنفیہ کا یہ ہے کہ اس کے انکار کی وجہ سے کفر کا حکم کیا جائے کیونکہ انہوں نے قطعی الثبوت ہونے کے سوا اور کوئی شرط نہیں لگائی (الی قولہ) مگر واجب ہے کہ حنفیہ کے اس کلام کو اس صورت پر محمول کیا جاوے کہ جب منکر کو اس کا علم ہو کہ یہ حکم قطعی الثبوت ہے"۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس طرح کفر و ارتداد کی ایک قسم تبدیل مذہب ہے اسی طرح دوسری قسم یہ بھی ہے کہ ضروریات دین اور قطعیات اسلام میں سے کسی چیز کا انکار کر دیا جائے یا ضروریات دین میں سے کوئی ایسی تاویل کی جائے جس سے ان کے معروف معانی کے خلاف معنی پیدا ہو جائیں اور عرض معروف بدل جائے اور ارتداد کی اس قسم دوم کا نام قرآن کی اصطلاح میں الحاد ہے۔

قال تعالیٰ: إِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا —

"جو لوگ ہماری آیات میں الحاد کرتے ہیں وہ ہم سے چھپ نہیں سکتے۔"

اور حدیث میں اس قسم کے ارتداد کا نام زندقہ رکھا گیا ہے۔ جیسا کہ صاحب مجمع البحار نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا ہے:

اتی علی بزنادقة هی جمع زندیق (الی قوله) ثم استعمل فی کل ملحد فی الدین والمراد ههنا قوم ارتدوا عن الاسلام

(مجمع البحار، ص ۲۹۵)

"حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس چند زنادقہ (گرفتار کر کے) لائے گئے۔ زنادقہ جمع زندیق کی ہے اور لفظ زندیق ہر اس لفظ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جو دین میں الحاد (یعنی بے جا تاویلات) کرے اور اس جگہ مراد ایک مرتد جماعت ہے۔"

علمائے کرام اور فقہاء اس خاص قسم کے ارتداد کا نام باطنیت رکھتے ہیں اور کبھی وہ بھی زندقہ کے لفظ سے تعبیر کر دیتے ہیں۔

شرح مقاصد میں علامہ تفتازانی اقسام کفر کی تفصیل اس طرح نقل فرماتے ہیں:

> "یہ بات ظاہر ہو چکی ہے کہ کافر اس شخص کا نام ہے جو مومن نہ ہو۔ پھر اگر وہ ظاہر میں ایمان کا مدعی ہو تو اس کو منافق کہیں گے اور اگر مسلمان کے بعد کفر میں مبتلا ہوا ہے تو اس کا نام مرتد رکھا جائے گا کیونکہ وہ اسلام سے پھر گیا ہے اور اگر دو یا دو سے زیادہ معبودوں کی پرستش کا قائل ہو تو اس کو مشرک کہا جائے گا اور اگر ادیان منسوخہ یہودیت و عیسائیت وغیرہ میں کسی مذہب کا پابند ہو تو اس کو کتابی کہیں گے اور اگر عالم کے قدیم ہونے کا قائل ہو اور تمام واقعات و حوادث کو زمانہ کی طرف منسوب کرتا ہو تو اس کو دہریہ کہا جائے گا اور اگر وجود باری تعالیٰ ہی کا قائل نہ ہو تو اس کو معطل کہتے ہیں اور اگر نبی کریم ﷺ کی نبوت کے اقرار اور شعائر اسلام نماز، روزہ وغیرہ کے اظہار کے ساتھ کچھ ایسے عقائد دلی رکھتا ہو جو بالاتفاق کفر ہیں تو اس کو زندیق کہا جاتا ہے۔ (ترجمہ عبارت شرح مقاصد، ص ۲۶۸، ۲۶۹ ج ۲ و مثلہ فی کلیات ابی البقاء، ص ۵۵۳، ۵۵۴)

زندیق کی تعریف میں جو عقائد کفریہ کا دل میں رکھنا ذکر کیا گیا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ مثل منافق کے اپنا عقیدہ ظاہر نہیں کرتا بلکہ یہ مراد ہے کہ اپنے عقیدۂ کفریہ کو ملمع کر کے اسلامی صورت میں ظاہر کرتا ہے۔

> **کما ذکرہ الشامی حیث قال فان الزندیق یموہ کفرہ و یروج عقیدتہ الفاسدۃ ویخرجھا فی الصورۃ الصحیحۃ و ھذا معنی ابطان الکفر فلا ینافی اظھارہ الدعوی** (شامی، باب المرتد، ص ۳۵۸، ج ۳)

"علامہ شامی نے فرمایا ہے کہ زندیق اپنے کفر پر ملمع سازی کرتا ہے اور

اپنے عقیدۂ فاسدہ کو رائج کرنا چاہتا ہے اور اس کو عمدہ صورت میں ظاہر کرتا ہے اور زندیق کی تعریف میں جو یہ لکھا جاتا ہے کہ وہ اپنے کفر کو چھپاتا ہے اس کا یہی مطلب ہے (کہ وہ اپنے کفر کو ایسے عنوان اور صورت میں پیش کرتا ہے جس سے لوگ مغالطہ میں پڑ جائیں) اس لئے یہ اخفاء کفر اظہار دعویٰ کے منافی نہیں۔

کفر کی اقسام مذکورہ بالا میں سے آخری قسم اس جگہ زیر بحث ہے جس کے متعلق شرح مقاصد کے بیان سے ظاہر ہو گیا کہ جس طرح اقسام سابقہ کفر کے انواع ہیں اسی طرح یہ صورت بھی اسی درجہ کا کفر ہے کہ کوئی شخص نبی کریم ﷺ کی رسالت اور قرآن مجید کے احکام کو تسلیم کرنے کے باوجود صرف بعض احکام و عقائد میں اختلاف رکھتا ہو اگرچہ دعویٰ مسلمان ہونے کا کرے اور تمام ارکان اسلام پر شدت کے ساتھ عامل بھی ہو۔

ایک شبہ کا جواب

یہ بات عام طور پر مشہور ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں اور کتب فقہ و عقائد میں بھی اس کی تصریحات موجود ہیں نیز بعض احادیث سے بھی یہ مسئلہ ثابت ہے۔

كما رواه ابوداؤد فی الجهاد عن انس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : ((ثلاث من اصل الایمان : الكفُّ عمن قال لا اله اِلا الله ولا تكفره بذنب ولا تخرجه من الاسلام بعملٍ .... الحدیث))

”حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایمان کی اصل تین چیزیں ہیں ایک یہ کہ جو شخص کلمہ لا الہ الا اللہ کا قائل ہو اس کے قتل سے باز رہو، اور کسی گناہ کی وجہ سے اس کو کافر مت کہو اور کسی عمل بد کی وجہ سے اس کو اسلام سے خارج قرار نہ دو۔

اس لئے مسئلہ زیر بحث میں یہ شبہ پیدا ہو جاتا ہے کہ جو شخص نماز روزہ کا پابند ہے وہ اہل قبلہ میں داخل ہے تو پھر بعض عقائد میں خلاف کرنے یا بعض احکام کے تسلیم نہ کرنے سے اس کو کیسے کافر کہا جاتا ہے۔ اور اسی شبہ کی بنیاد پر آج کل بہت سے مسلمان قسم ثانی کے مرتدین یعنی ملحدین و زنادقہ کو مرتد کافر نہیں سمجھتے۔ اور یہ ایک بھاری غلطی ہے جس کا صدمہ براہ راست اصول اسلام پر پڑتا ہے کیونکہ میں اپنے کلام سابق میں عرض کر چکا ہوں کہ اگر قسم دوم کے ارتداد کو ارتداد نہ سمجھا جائے تو پھر شیطان کو بھی کافر نہیں کہہ سکتے۔ اس لئے ضرورت ہوئی کہ اس شبہ کے منشاء کو بیان کر کے اس کا شافی جواب ذکر کیا جائے اصل اس کی یہ ہے کہ شرح فقہ اکبر وغیرہ میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اور حواشی شرح عقائد میں شیخ ابوالحسن اشعری سے اہل سنت والجماعت کا یہ مسلک ذکر کیا گیا ہے:

> ومن قواعد اهل السنة والجماعة ان لا يكفر واحد من اهل القبلة (كذا فى شرح العقائد النسفية ص ۱۲ وفى شرح التحرير ص ۳۱۸ ج ۳ وسياقها عن ابى حنيفة ولا نكفر اهل القبلة بذنب انتهى فقيده بالذنب فى عبارة الامام واصله فى حديث ابى داؤد كما مر آنفاً
>
> "اہل سنت والجماعت کے قواعد میں سے ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی شخص کی تکفیر نہ کی جائے (شرح عقائد نسفی اور شرح تحریر ص ۳۱۸، ج ۳ میں ہے کہ یہ مضمون امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ہم اہل قبلہ میں سے کسی شخص کو کسی گناہ کی وجہ سے کافر نہیں کہتے سو اس میں بذنب کی قید موجود ہے اور غالباً یہ قید حدیث ابو داؤد کی بنا پر لگائی گئی ہے جو ابھی گزر چکی ہے۔"

جس کا صحیح مطلب تو یہ ہے کہ کسی گناہ میں مبتلا ہو جانے کی وجہ سے کسی مسلمان کو کافر مت کہو خواہ کتنا ہی بڑا گناہ ہو (بشرطیکہ کفر و شرک نہ ہو) کیونکہ گناہ سے مراد

اس جگہ پر وہی گناہ ہے جو حد کفر تک نہ پہنچا ہو۔

> كما في كتاب الايمان لابن تيمية حيث قال ونحن اذا قلنا اهل السنة متفقون على ان لا يكفر بالذنب فانما نريد به المعاصي كالزنا والشراب انتهى واوضحه القونوى فى شرح العقيدة الطحاوية
>
> "جیسا کہ حافظ ابن تیمیہ کی کتاب الایمان میں ہے کہ ہم جب یہ کہتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت اس پر متفق ہیں کہ اہل قبلہ میں سے کسی شخص کو کسی گناہ کی وجہ سے کافر نہ کہیں تو اس جگہ گناہ سے ہماری مراد معاصی مثل زنا و شراب خوری وغیرہ ہوتے ہیں اور علامہ قونوی نے عقیدہ طحاوی کی شرح میں اس مضمون کو خوب واضح کر دیا ہے۔"

ورنہ پھر اس عبارت کے کوئی معنی نہیں رہتے اور لفظ بذنب کے اضافہ کی (جیسا کہ فقہ اکبر اور شرح تحریر کے حوالہ سے اوپر نقل ہوا ہے) کوئی وجہ باقی نہیں رہتی۔ اب شبہات کی ابتدا یہاں سے ہوئی کہ بعض علماء کی عبارتوں میں اختصار کے مواقع میں بذنب کا لفظ بوجہ معروف و مشہور ہونے کے چھوڑ دیا گیا اور مسئلہ کا عنوان عدم تکفیر اہل القبلہ ہو گیا۔ حدیث و فقہ سے ناآشنا اور غرض متکلم سے ناواقف لوگ یہاں سے یہ سمجھ بیٹھے کہ جو شخص قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے اس کو کافر کہنا جائز نہیں خواہ کتنے ہی عقائد کفریہ رکھتا ہو اور اقوال کفریہ بکتا پھرے اور یہ بھی خیال نہ کیا کہ اگر یہی لفظ پرستی ہے تو اہل قبلہ کے لفظوں سے تو یہ بھی نہیں نکلتا کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے بلکہ ان لفظوں کا مفہوم تو اس سے زائد نہیں کہ صرف قبلہ کی طرف منہ کرنے خواہ نماز بھی پڑھے یا نہ پڑھے اگر یہ معنی مراد لئے جائیں تو پھر دنیا میں کوئی کافر ہی نہیں رہ سکتا کیونکہ کبھی نہ کبھی ہر شخص کا منہ قبلہ کی طرف ہو ہی جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ لفظ اہل قبلہ کی مراد تمام اوقات و احوال کا استیعاب باستقبال قبلہ نہیں۔

خوب سمجھ لیجئے کہ لفظ اہل قبلہ ایک شرعی اصطلاح ہے جس کے معنی اہل اسلام کے ہیں اور اسلام وہی ہے جس میں کوئی بات کفر کی نہ ہو۔ لہٰذا یہ لفظ صرف ان لوگوں کے لئے بولا جاتا ہے جو تمام ضروریات دین کو تسلیم کریں اور آنحضرت ﷺ کے تمام احکام پر (بشرط ثبوت) ایمان لائیں۔ نہ ہر اس شخص کے لئے جو قبلہ کی طرف منہ کرلے جیسے دنیا کی موجودہ عدالتوں میں اہل کار کا لفظ صرف ان لوگوں کے لئے بولا جاتا ہے جو باضابطہ ملازم اور قوانین ملازمت کے پابند ہوں۔ اس کے مفہوم لغوی کے موافق ہر کام والے آدمی کو اہل کار نہیں کہا جاتا اور یہ جو کچھ لکھا گیا علم فقہ و عقائد کی کتابیں تقریباً تمام اس پر شاہد ہیں جن میں سے بعض عبارات درج ذیل ہیں :

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں :

> **اعلم ان المراد باهل القبلة الذين اتفقوا على ما هو من ضروريات الدين كحدوث العالم و حشر الاجساد و علم الله تعالیٰ بالكُليات والجُزئيات وما اشبه ذلک من المسائل المهمات، فمن واظب طول عمره على الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم و نفي الحشر او نفي علمه سبحانه و تعالیٰ بالجزئيات لايكون من اهل القبلة وان المراد بعدم تكفير احد من اهل القبلة، عند اهل السنة انه لا يكفر احداً ما لم يوجد شیء من امارات الكفر و علاماته ولم يصد عنه شیء من موجباته**

”خوب سمجھ لو کہ اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان تمام عقائد میں متفق ہوں جو ضروریات دین میں سے ہیں جیسے حدوث عالم اور قیامت و حشر ابدان اور اللہ تعالیٰ کا علم تمام کلیات و جزئیات پر حاوی ہونا اور اسی قسم کے دوسرے عقائد مہمہ پس جو شخص تمام عمر طاعات و عبادات پر

مداومت کرے مگر ساتھ ہی عالم کے قدیم ہونے کا معتقد ہو یا قیامت میں مردوں کے زندہ ہونے کا یا حق تعالیٰ کے علم جزئیات کا انکار کرے وہ اہل قبلہ میں سے نہیں اور یہ کہ اہل سنت کے نزدیک اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے سے مراد یہی ہے کہ ان میں سے کسی شخص کو اس وقت تک کافر نہ کہیں جب تک اس سے کوئی ایسی چیز سرزد نہ ہو جو علامات کفر یا موجبات کفر میں سے ہے"۔

اور شرح مقاصد مبحث سابع میں مذکور الصدر مضمون کو مفصل بیان کرتے ہوئے لکھا:

> فلا نزاع فی کفر اهل القبلة المواظب طول العمر علی الطاعات باعتقاد قدم العالم و نفی الحشر و نفی العلم بالجزئیات ونحو ذلک و کذلک بصدور شیء من موجبات الکفر عنه
>
> "اس میں سے کسی کا اختلاف نہیں کہ اہل قبلہ میں سے اس شخص کو کافر کہا جاوے گا جو اگرچہ تمام عمر طاعات و عبادات میں گزارے مگر عالم کے قدیم ہونے کا اعتقاد رکھے یا قیامت و حشر کا یا حق تعالیٰ کے عالم جزئیات ہونے کا انکار کرے اسی طرح وہ شخص جس سے کوئی چیز موجبات کفر میں سے صادر ہو جائے"۔

اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ردالمحتار باب الامامۃ جلد اول میں بحوالہ تحریر الاصول نقل فرمایا ہے:

> لا خلاف فی کفر المخالف (ای للضروریات) من اهل القبلة المواظب طول عمره علی الطاعات کما فی شرح التحریر (ص ۳۷۷ ج ۱)
>
> "اس میں کسی کا خلاف نہیں کہ اہل قبلہ میں سے جو شخص ضروریات دین میں سے کسی چیز کا منکر ہو وہ کافر ہے اگرچہ تمام عمر طاعات و عبادات

میں گزار دے۔

اور شرح عقائد نسفی کی شرح نبراس ص ۵۷۲ میں ہے۔

اهل القبلة فی اصطلاح المتکلمین من یصدق بضروریات الدین الی قوله فمن انکر شیئا من الضروریات (الی قوله) لم یکن من اهل القبلة ولو کان مجاهدا بالطاعات و کذلک من باشر شیئا من امارات التکذیب کسجود الصنم والاهانة بامر شرعی والاستهزاء علیه فلیس من اهل القبلة' و معنی عدم تکفیر اهل القبلة ان لا یکفر بارتکاب المعاصی ولا بانکار الامور الخفیة غیر المشهورة هذا ما حققه المحققون

”اہل قبلہ متکلمین کی اصطلاح میں وہ شخص ہے جو تمام ضروریات دین کی تصدیق کرے پس جو شخص ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کرے وہ اہل قبلہ میں سے نہیں اگرچہ عبادات و طاعات میں مجاہدات کرنے والا ہو ایسے ہی وہ شخص جو علامات کفر و تکذیب میں سے کسی چیز کا مرتکب ہو جیسے بت کو سجدہ کرنا یا کسی امر شرعی کی اہانت و استہزاء کرنا وہ اہل قبلہ میں سے نہیں اور اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ معاصی کے ارتکاب کی وجہ سے اس کو کافر نہ کہیں اور نہ ایسے امور کے انکار کی وجہ سے کافر کہیں جو اسلام میں مشہور نہیں یعنی ضروریات دین میں سے نہیں۔“

تنبیہ

کسی مسلمان کو کافر کہنے کے معاملہ میں آج کل ایک عجیب افراط و تفریط رونما ہے۔ ایک جماعت ہے جس نے مشغلہ ہی اختیار کر لیا ہے کہ ادنیٰ معاملات میں مسلمانوں پر تکفیر کا حکم لگا دیتے ہیں اور جہاں ذرا سی کوئی خلاف شرع حرکت کسی سے

دیکھتے ہیں تو اسلام سے خارج کہنے لگتے ہیں اور دوسری طرف تو تعلیم یافتہ آزاد خیال جماعت ہے جس کے نزدیک کوئی قول و فعل خواہ کتنا ہی شدید اور عقائد اسلامیہ کا صریح مقابل ہو کفر کہلانے کا مستحق نہیں۔ وہ ہر مدعی اسلام کو مسلمان کہنا فرض سمجھتے ہیں اگرچہ اس کا کوئی عقیدہ اور عمل اسلام کے موافق نہ ہو اور ضروریات دین کا انکار کرتا ہو اور جس طرح کسی مسلمان کو کافر کہنا ایک سخت پر خطر معاملہ ہے اسی طرح کافر کو مسلمان کہنا بھی اس سے کم نہیں کیونکہ حدود کفر و اسلام میں التباس بہر دو صورت لازم آتا ہے اس لئے علماء امت نے ہمیشہ ان دونوں معاملوں میں نہایت احتیاط سے کام لیا ہے۔ امر اول کے متعلق تو یہاں تک تصریحات ہیں کہ اگر کسی شخص سے کوئی کام خلاف شرع صادر ہو جائے اور اس کلام کی مراد میں محاورات کے اعتبار سے چند احتمال ہوں اور سب احتمالات میں یہ کلام ایک کلمہ کفر بنتا ہو لیکن صرف ایک احتمال ضعیف ایسا بھی ہو کہ اگر اس کلام کو اس پر حمل کیا جائے تو معنی کفر نہیں رہتے بلکہ عقائد حقہ کے مطابق ہو جاتے ہیں تو مفتی پر واجب ہے کہ اسی احتمال ضعیف کو اختیار کر کے اس کے مسلمان ہونے کا فتویٰ دے جب تک کہ خود وہ متکلم اس کی تصریح نہ کرے کہ میری مراد یہ معنی نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی مسلمان ایسے عقیدے کا قائل ہو جائے تو جو ائمہ اسلام میں سے اکثر لوگوں کے نزدیک کفر ہو لیکن بعض ائمہ اس کے کفر ہونے کے قائل نہ ہوں تو اس کفر مختلف فیہ سے بھی مسلمان پر کفر کا حکم کرنا جائز نہیں (صرح بہ فی البحر الرائق 'باب المرتدین' جلد ۵) و (مثلہ فی رد المحتار و جامع الفصولین من باب کلمات الکفر)

اور امر دوم کے متعلق بھی صحابہ کرام اور سلف صالحین کے تعامل نے یہ بات متعین کر دی کہ اس میں تہاون و تکاسل کرنا اصول اسلام کو نقصان پہنچاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد جو لوگ مرتد ہوئے تھے ان کا ارتداد قسم دوم ہی کا ارتداد تھا۔ صریح طور پر تبدیل مذہب (عموماً) نہ تھا۔ لیکن صدیق اکبر ؓ نے ان پر جہاد کرنے کو اتنا زیادہ اہم سمجھا کہ نزاکت وقت اور اپنے ضعف کا بھی خیال نہ کیا۔

اسی طرح مسیلمہ کذاب مدعی نبوت اور اس کے ماننے والوں پر جہاد کیا جس میں جمہور صحابہ شریک تھے جن کے اجماع سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ جو شخص ختم نبوت کا انکار کرے یا نبوت کا دعویٰ کرے وہ مرتد ہے اگرچہ تمام ارکان اسلام کا پابند اور زاہد و عابد ہو۔

ضابطۂ تکفیر

اس لئے تکفیر مسلم کے بارے میں ضابطۂ شرعیہ یہ ہو گیا کہ جب تک کسی شخص کے کلام میں تاویل صحیح کی گنجائش ہو اور اس کے خلاف کی تصریح متکلم کے کلام میں نہ ہو، یا اس عقیدہ کے کفر ہونے میں ادنیٰ سے ادنیٰ اختلاف ائمہ کے اجتہاد میں واقع ہو اس وقت تک اس کے کہنے والے کو کافر نہ کہا جائے۔ لیکن اگر کوئی شخص ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کرے یا کوئی ایسی ہی تاویل و تحریف کرے جو اس کے اجماعی معنی کے خلاف معنی پیدا کر دے تو اس شخص کے کفر میں کوئی تامل نہ کیا جائے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

تنبیہ ضروری

مسئلہ زیر بحث میں اس بات کا ہر وقت خیال رکھنا ضروری ہے کہ یہ مسئلہ نہایت نازک ہے اس میں بے باکی اور جلد بازی سے کام لینا سخت خطرناک ہے۔ مسئلہ کی دونوں جانب نہایت احتیاط کی مقتضی ہیں کیونکہ جس طرح کسی مسلمان کو کافر کہنا وبال عظیم ہے اور حسب تصریح حدیث اس کہنے والے کے کفر کا اندیشہ قوی ہے، اسی طرح کسی کافر کو مسلمان کہنا یا سمجھنا بھی اس سے کم نہیں جیسا کہ عبارت شفا سے منقول ہے۔ اور شفاء میں مسئلہ کی نزاکت کو بایں الفاظ بیان فرمایا ہے:

ولمثل هذا ذهب ابوالمعالی فی اجوبته الی محمد عبدالحق وکان ساله عن المسالة فاعتذر له بان الغلط فيه يصعب لان ادخال فی کافر فی الملة الاسلامية او اخراج

مسلم عنها عظیم فی الدین (شرح شفاء فصل فی تحقیق القول فی اکفار المتاولین، ص ۵۰۰، ج ۲)

"ابوالمعالی نے جو محمد عبدالحق کے سوالات کے جواب لکھے ہیں ان میں ان کا بھی یہی مذہب ثابت ہے کیونکہ ان سے ایسا ہی سوال کیا گیا تھا جس کے جواب میں انہوں نے عذر کر دیا کہ اس بارہ میں غلطی سخت مصیبت کی چیز ہے کیونکہ کسی کافر کو مذہب اسلام میں داخل سمجھنا یا مسلمان کو اس سے خارج سمجھنا دین میں بڑے خطرے کی چیز ہے۔"

اس لئے ایک جانب تو یہ احتیاط ضروری ہے کہ اگر کسی شخص کا کوئی مبہم کلام سامنے آئے جو مختلف وجوہ کو محتمل ہو اور سب وجوہ سے عقیدہ کفریہ قائل کا ظاہر ہوتا ہو لیکن صرف ایک وجہ ایسی بھی ہو جس سے اصطلاحی معنی اور صحیح مطلب بن سکے گو وہ وجہ ضعیف ہی ہو تو مفتی و قاضی کا فرض ہے کہ اس وجہ کو اختیار کر کے اس شخص کو مسلمان کہے (کما صرح به فی الشفاء فی هذه الصفحة و بمثله صرح فی البحر و جامع الفصولین وغیره)

اور دوسری طرف یہ لازم ہے کہ جس شخص میں کوئی وجہ کفر کی یقیناً ثابت ہو جائے اس کی تکفیر میں ہرگز تاخیر نہ کرے اور نہ اس کے متبعین کو کافر کہنے میں دریغ کرے جیسا کہ علماء امت کی تصریحات محررہ بالا سے بخوبی واضح ہو چکا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

حواشی

۱) جمهرة اللغة: الازدی، ج۱، ص ۷۷

۲) لسان العرب: ابن منظور، ج۳، ص ۱۵۳

۳) تاج العروس: زبیدی، ج۳، ص ۵۷۱

۴) بدائع الصنائع، ج۷، ص ۳۳

۵) غرائب القرآن: نیشا پوری، ج۳، ص ۳۱۸

۶) مسند احمد، ج۱، ص ۳۷۳

۷) مسند احمد، ج۳، ص ۳۴۳

۸) منحة المعبود، ج۱، ص ۲۹۶۔ مشکوٰة، مطبوعه اصح المطابع، کراچی، ص ۳۱۱

۹) سنن نسائی، مطبوعه اصح المطابع، ج۲، ص ۱۳۹۔ سیوطیؒ، ج۷، ص ۱۰۳

۱۰) منحة المعبود، ج۱، ص ۲۹۲۔ بخاری، مطبوعه اصح المطابع، کراچی، ج۲، ص ۱۰۲۶

۱۱) "الردة عبارة عن الرجوع عن الایمان" (تحفة الفقهاء، ج۷، ص ۱۳۴)

۱۲) بدائع الصنائع: امام کاسانی، ج۷، ص ۱۳۴

۱۳) جواهر الاکلیل، ج۲، ص ۲۷۷

۱۴) شرح الخرشی، ج۸، ص ۶۲

۱۵) "الردة هی قطع الاسلام بنیة کفرا وقول کفرا وفعل کفر" (قلیوبی، ج۴، ص ۱۷۴)

۱۶) "الردة هی لغة الرجوع عن الشی الی غیره" .... وشرعا قطع الاسلام بنیة او قول کفرا وفعل سواء قاله استهزاءً او عنادًا او اعتقادًا" (المغنی، ج۴، ص ۱۳۳ تا ۱۳۴)

۱۷) "المرتد هو الراجع عن دین الاسلام الی الکفر" (المغنی: ابن قدامه، ج۸، ص ۵۴۰)

۱۸) الاقناع، ج۴، ص ۲۹۷

۱۹) المحلّی، ج۸، ص ۲۲۷

۲۰) "المرتد هو الذی یکفر بعد الاسلام" (شرائع الاسلام، مطبوعه بیروت، ج۴، القسم الرابع، ص ۲۵۹)

۲۱) "من رغب عن الاسلام وکفر بما انزل علی محمد ﷺ بعد اسلامه" (تهذیب الاحکام: طوسی، ج۱۰، ص ۱۳۶)

۲۲) "وهو الکافر بعد اسلامه فمن یشرک بالله او جحد ربوبیته او صفاته او

بعض کتبه اورسله او سب الله فقد کفر" (الاختیارات العلمیة: ابن تیمیه، ص ۳۰۳)

۲۳) "الردة الرجوع عن دین الاسلام ورکنها اجراء کلمة الکفر والعیاذ بالله علی اللسان بعد الایمان" (التشریع الاسلامی: عبد الله المراغی، ص ۳۸)

۲۴) الهدایه، ج۲، ص ۱۳۶ ـ بدائع الصنائع، ج۷، ص ۱۳۴

۲۵) رحمة الامة، ص ۲۴۹

۲۶) بدائع الصنائع، ج۷، ص ۱۳۴

۲۷) المبسوط، ج۱، ص ۱۳۰، ۱۳۱

۲۸) بدائع الصنائع، ج۷، ص ۱۳۴ ـ الاختیار لتعلیل المختار، ج۴، ص ۱۴۵

۲۹) رحمة الامة فی اختلاف الائمة: محمد بن عبد الرحمن، ص ۲۹۲ ـ بدائع الصنائع: کاسانی، ج۷، ص ۱۳۵ ـ المبسوط: سرخسی، ج۱۰، ص ۱۲۲

۳۰) امام احمد بن حنبل سے ایک روایت بچے کے ارتداد کی عدم صحت کی بھی بیان کی جاتی ہے۔

۳۱) "ولا یقتل حتی یبلغ ویجاوز بعد بلوغه ثلاثة ایام فان ثبت علی کفره قتل" (المغنی: ابن قدامه، ج۸، ص ۵۵۱)

۳۲) المغنی المحتاج، ج۴، ص ۱۳۳ تا ۱۴۳ ـ المهذب، ج۲، ص ۲۲۲ تا ۲۲۴

۳۳) الاقناع، ج۴، ص ۲۹۹ تا ۳۰۹ ـ المقنع، ج۳، ص ۵۱۳ تا ۵۲۳

۳۴) شرائع الاسلام، ج۲، القسم الرابع، ص ۲۵۹، ۲۶۰

۳۵) البحر الزخار، ۶ ـ امام احمد، ج۵، ص ۴۲۳

۳۶) بدائع الصنائع: کاسانی، ج۷، ص ۱۳۴ ـ الامام: امام شافعی، ج۴، ص ۱۳۸ ـ المهذب: الفیروز آبادی، ج۲، ص ۲۲۲ ـ الاقناع: مقدسی، ج۴، ص ۲۹۹

۳۷) المبسوط: سرخسی، ج۱۰، ص ۱۲۳

۳۸) بدائع الصنائع: کاسانی، ج۷، ص ۱۳۴

۳۹) المهذب، ج۲، ص ۲۲۴، ۲۲۸

۴۰) الانصاف: مرداوی، ج۱۰، ص ۳۳۱

۴۱) المغنی، ج۸، ص ۵۴۳

۴۲) الاقناع، ج۴، ص ۳۰۱ تا ۳۰۹ ـ المقنع، ج۳، ص ۵۱۳ تا ۵۲۳

۴۳) "السکران هو الذی لا یفرق بین الارض والسماء ولا بین الرجل والمراة"
بحر الرائق: ابن نجیم، مصر ۱۳۱۱ھ، ج۳، ص ۲۹۲

۴۴) رد المحتار، ابن عابدین، مصر ۱۳۵۶ھ، ج۲، ص ۳۳۳

۴۵) ایضاً، بدائع الصنائع، ج۷، ص ۱۳۳۔ الاختیار، ج۴، ص ۱۳۵

۴۶) المبسوط: سرخسی، ج۱۰، ص ۳۳۔ الامام: امام شافعی، ج۶، ص ۱۵۴۔
المغنی: ابن قدامه، ج۸، ص ۱۱۵۔ الاقناع، ج۴، ص ۳۰۶

۴۷) بدائع الصنائع، ج۷، ص ۱۳۴

۴۸) البحر الذخار: امام احمد، ج۵، ص ۳۲۳

۴۹) شرائع الاسلام، ج۴۔ القسم الرابع، ص ۲۵۹، ۲۶۰

۵۰) المستدرک حاکم، دکن ۱۳۴۰ھ، ج۴، ص ۱۹۸

۵۱) هدایه، مطبوعه دہلی، ج۳، ص ۳۲۶

۵۲) بدائع الصنائع، مطبوعه مصر ۱۳۲۸ھ، ج۷، ص ۱۷۵ تا ۱۸۲

۵۳) بحر الرائق مصر ۱۳۱۱ھ، ج۸، ص ۸۹

۵۴) ایضاً

۵۵) "او جعل بینه وبین الله وسائط یتوکل علیهم ویدعوهم ویسالهم
اجماعاً"۔ الانصاف: مرداوی، ج۱۰، ص ۳۲۷۔ اختیارات العلمیه: ابن تیمیه،
ص ۲۰۳۔ الاقناع: مقدسی، ج۴، ص ۲۹۷

۵۶) الاعلام: ابن حجر، ج۲، ص ۳۲۔ المحلی: ابن حزم، ج۱، ص ۱۵

۵۷) الاقناع: مقدسی، ج۴، ص ۲۹۷

۵۸) المحلی: ابن حزم، ج۷، ص ۳۱۷

۵۹) المغنی: ابن قدامه، ج۸، ص ۵۳۸۔ الاقناع: مقدسی، ج۴، ص ۲۹۷

۶۰) بدائع الصنائع، ج۷، ص ۱۳۴

۶۱) المغنی: ابن قدامه حنبلی، ج۸، ص ۵۹۵۔ شرح الخرشی، ج۸، ص ۶۲۔
المحلی: ابن حزم، ج۱۱، ص ۵۰۰۔ الصارم المسلول: ابن تیمیه، ص ۵۵۰

۶۲) المحلی: ابن حزم، ج۱۱، ص ۵۰۰

۶۳) المحلی: ابن حزم، ج۱۱، ص ۵۰۰

۶۴) ﴿ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ (النور:۱۷)

۶۵) الصارم المسلول : ابن تیمیہ، ص ۵۷۱

۶۶) المحلی : ابن حزم، ج ۱۳، ص ۵۰۳۔ شرح الخرشی، ج ۸، ص ۷۳
الاقناع: المقدسی، ج ۳، ص ۲۹۹

۶۷) وعن عمر بن الخطاب انه قطع لسان عبید الله بن عمر اذ شتم المقدا
ابن الاسود فکلم فی ذلک فقال : دعونی اقطع لسانه حتی لا یشتم بعد
اصحاب محمد ﷺ ۔ فتاوی السبکی الشافعی، ج ۲، ص ۵۸۱

۶۸) الاسلام عقیدۃ و شریعۃ : محمود شلتوت، ص ۲۵۱

۶۹) احکام الاحکام، شرح عمدۃ الاحکام، ج ۲، ص ۳۰۳

۷۰) عمدۃ القاری : عینی، ج ۲۳، ص ۱۸۔ الانصاف : مرداوی، ج ۱۰، ص ۳۲۷ و ج ۱
ص ۳۰۹ تا ۳۰۳۔ المغنی : ابن قدامہ، ج ۸، ص ۷۳۔ الاقناع : المقدسی، ج
ص ۷۔ الصلاۃ : ابن القیم، ص ۳۱ تا ۳۳۔ نیل الاوطار : شوکانی، ج ۱، ص ۳۱۵
تا ۳۱۸

۷۱) بدائع الصنائع، ج ۷، ص ۱۳۳ تا ۱۳۴

۷۲) المغنی المحتاج : ج ۴، ص ۱۳۳ تا ۱۳۴۔ المہذب : ج ۲، ص ۲۲۲ تا ۲۲۳

۷۳) مطبوعہ مصر، ج اول، ص ۳۰۶

۷۴) مطبوعہ مصر ۱۹۵۸ء، ص ۲۹ تا ۳۰۔

۷۵) اخبرنا محمد بن مخلد نا ابویوسف محمد بن ابی بکر العطار الفقیہ، نا
عبدالرزاق، عن سفیان، عن ابی حنیفۃ، عن عاصم بن ابی النجود عن ابی
زرین عن ابن عباس فی المراۃ ترتد، قال تجبر ولا تقتل۔

۷۶) اخبرنا محمد بن اسحاق بن بہلول، نا ابی، نا طلق بن غنام، عن ابی
مالک النخعی عن عاصم بن ابی النجود عن زرین عن ابن عباس قال :
المرتدۃ عن الاسلام تحبس ولا تقتل۔

۷۷) اخبرنا محمد بن الحسین بن حاتم الطویل، نا محمد بن عبد الرحمٰن بن
یونس السراج، نا محمد بن اسماعیل بن عیاش، نا ابی، نا محمد بن

عبدالملک الانصاری، عن الزهری، عن عروة، عن عائشة قالت۔ ارتدت امراة یوم احد، فامر النبی ﷺ ان تستتاب، فان تابت والاقتلت (بیهقی)

۷۸) نا ابراهیم بن محمد بن علی بن بطحاء، نا بخیح بن ابراهیم الزهری، نا معمر بن بکار السعدی، نا ابراهیم بن سعد، عن الزهری عن محمد بن المنکدر عن جابر ان امراة یقال لها ام مروان ارتدت عن الاسلام، فامر النبی ﷺ ان یعرض علیها الاسلام فان رجعت والاقتلت (بیهقی)

۷۹) حدثنی محمد بن عبد الله بن موسی البزار من کتابه، نا احمد بن یحیی بن زکیر، نا جعفر بن احمد بن مسلم العبدی، نا الخلیل بن المیمون الکندی بعبادان، نا عبد الله بن ازینة عن هشام بن العاز عن محمد بن المکندر عن جابر بن عبد الله قال ارتدت امراة عن الاسلام، فامر رسول الله ﷺ ان یعرضوا علیها الاسلام فان اسلمت والاقتلت فعرض علیها فابت ان تسلم فقتلت۔

۸۰) حدثنا محمد بن اسماعیل انصاری، نا اسحق بن ابراهیم، نا عبد الرزاق، عن معمر، عن الزهری فی المراة تکفر بعد اسلامها، قال تستتاب فان تابت، والاقتلت وعن معمر عن سعید عن ابی عن ابی معشر عن ابراهیم فی المراة ترتد، قال تستتاب فان تابت، والاقتلت۔

۸۱) ایما رجل ارتد عن الاسلام فادعه فان تاب فا قبل منه وان لم یتب فاضرب عنقه وایما امراة ارتدت عن الاسلام فادعها فان تابت فاقبل منها و ان ابت فاستتبها (طبرانی فی الاوسط، کنزالعمال، ج۱، ص ۸۰، مطبوعہ دکن)

۸۲) دارقطنی و بیهقی

۸۳) کنز العمال

۸۴) طحاوی کتاب السیر، بحث استتابة المرتد، موطا، بیهقی اور کتاب الام

۸۵) طحاوی

۸۶) طحاوی، مذکورہ بالا

۸۷) طحاوی، مذکورہ بالا

۸۸) طحاوی، مذکورہ بالا

۸۹) کنز العمال، ج۱، ص ۸۰

۹۰) "وقد اتفق الائمة علی ان من ارتد عن الاسلام وجب قتله" : میزا
الکبریٰ، ج۲، ص ۱۱۵

۹۱) الاقناع، ج۴، ص ۳۰۳ تا ۳۰۹۔ المقنع، ج۳، ص ۵۱۴ تا ۵۲۳

۹۲) شرائع الاسلام، ج۲، القسم الرابع، ص ۲۵۹، ۲۶۰

۹۳) بدائع الصنائع، ج۷، ص ۱۳۴ تا ۱۳۰

۹۴) بدائع الصنائع، ج۷، ص ۱۳۴ تا ۱۳۳

۹۵) الھدایہ : برہان الدین مرغینانی، مطبوعہ قرآن محل کراچی، باب احکا
المرتدین

۹۶) جواہر الاکلیل شرح مختصر خلیل، ج۲، ص ۲۷۷ تا ۲۷۹

۹۷) موطا، امام مالک، باب القضاء فی من ارتد عن الاسلام

۹۸) المغنی المحتاج، ج۴، ص ۱۳۳ تا ۱۴۳

۹۹) الاقناع، ج۴، ص ۳۰۱ تا ۳۰۹۔ المقنع، ج۳، ص ۵۱۴ تا ۵۲۳

۱۰۰) المحلی، ج۸، ص ۲۲۳

۱۰۱) شرائع الاسلام، ج۲، القسم الرابع، ص ۲۵۹، ۲۶۰

۱۰۲) بدائع الصنائع، ج۷، ص ۱۳۴ تا ۱۳۰

۱۰۳) الاقناع، ج۴، ص ۳۰۱ تا ۳۲۲۔ المقنع، ج۳، ص ۵۱۴ تا ۵۲۲

۱۰۴) شرائع الاسلام، ج۲، القسم الرابع، ص ۲۵۹، ۲۶۰

۱۰۵) بدائع الصنائع، ج۷، ص ۱۳۴ تا ۱۳۰۔ الاختیار، ج۴، ص ۱۳۵ تا ۱۳۹

۱۰۶) الاقناع، ج۴، ص ۳۰۱ تا ۳۰۹۔ المقنع، ج۳، ص ۵۱۴ تا ۵۲۳

۱۰۷) بدائع الصنائع، ج۷، ص ۱۳۴ تا ۱۳۰۔ الاختیار، ج۴، ص ۱۳۵ تا ۱۳۹

۱۰۸) شرائع الاسلام، ج۲، القسم الرابع، ص ۲۵۹، ۲۶۰

۱۰۹) رد المختار : ابن عابدین، مطبوعہ مصر ۱۲۵۲ھ، ج۲، باب نکاح الکاف
ص ۴۱۲

۱۱۰) ڈائجسٹ آف محمڈن لاء، بیلی، جلد اول، ص ۱۸۳ تا ۱۸۵

۱۱۱) (۱۹۱۰ء) آئی ایل آر ۳۳، الٰہ آباد، ص ۹۰

۱۱۲) فتاویٰ عالمگیری (عربی)، مطبع مجیدی کانپور، کتاب النکاح، باب ۱۰

۱۱۳) ماخوذ از فرق الزواج، علی الخفیف، عابدین، ۱۹۵۸ء، ص ۲

۱۱۴) البحر الرائق : ابن نجیم، مطبوعہ مصر ۱۳۱۱ھ، ج ۳، ص ۳۳۰۔ الفقہ علی المذاہب الاربعہ: عبدالرحمٰن الجزری، مطبوعہ مصر ۱۳۵۵ھ، ج ۴، ص ۲۲۳، ۲۲۴

۱۱۵) الفقہ علی المذاہب الاربعہ : عبدالرحمٰن الجزری، مطبوعہ مصر ۱۳۵۵ھ، ج ۴، ص ۲۲۴

۱۱۶) الفقہ علی المذاہب الاربعہ : محولہ بالا، ج ۴، ص ۲۲۳ تا ۲۲۵

۱۱۷) بدائع الصنائع، ج ۷، ص ۱۲۳ تا ۱۳۰۔ الاختیار، ج ۳، ص ۱۳۵ تا ۱۳۹

۱۱۸) جواہر الاکلیل، ج ۲، ص ۲۷۷ تا ۲۷۹

۱۱۹) المغنی المحتاج، ج ۳، ص ۱۳۳ تا ۱۳۴

۱۲۰) الاقناع، ج ۴، ص ۳۰۱ تا ۳۰۹۔ المقنع، ج ۳، ص ۵۱۳ تا ۵۲۳

۱۲۱) بدائع الصنائع، ج ۷، ص ۷، ص ۱۲۳ تا ۱۳۰۔ الاختیار، ج ۳، ص ۱۳۵ تا ۱۳۹

۱۲۲) سرخسی: امام شمس الدین (م ۴۸۳ھ)۔ المبسوط (فقہ حنفی)، مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ، ج ۳۰، ص ۳۷، ۳۸۔ داماد آفندی (م ۱۰۷۸ھ) مجمع الانہر (فقہ حنفی) مطبوعہ مصر ۱۳۲۸ھ، ج ۱، ص ۷۸۲ (کتاب الفرائض)۔ سید شریف جرجانی (م ۸۱۶ھ)، شریفیہ (شرح سراجیہ)، (فقہ حنفی) مطبوعہ قرآن محل کراچی، ص ۳۰

۱۲۳) صبحی محمصانی، المیراث، مطبوعہ مصر، ص ۳۰

۱۲۴) سرخسی، محولہ بالا، ج ۳۰، ص ۳۷۔ سید شریف جرجانی، محولہ بالا، ص ۱۳۱

۱۲۵) ابن قدامہ : المقدسی (م ۶۲۰ھ)۔ المغنی (فقہ حنبلی) مطبوعہ مصر ۱۳۲۸ھ، ج ۷، ص ۷۷، ۷۸

۱۲۶) نجم الدین، جعفر الحلی (م ۶۷۶ھ)، شرائع الاسلام (فقه شیعی)، مطبوعه بیروت، مبنی بر نسخه مطبوعه عبدالرحیم التبریزی، ۱۲۵۹ھ، ج ۲، القسم الرابع، ص ۱۸۱، ۱۸۲

۱۲۷) ابنِ حزم (م ۴۵۶ھ) المحلی، مطبوعه مصر ۱۳۵۲ھ، ج ۶، جزء ۸، ص ۳۷۱

۱۲۸) بدائع الصنائع، ج ۷، ص ۳۳ تا ۴۰؛ الاختیار ج ۷، ص ۱۳۵ تا ۱۳۹

۱۲۹) جواهر الاکلیل، ج ۲، ص ۷۷ تا ۷۹

۱۳۰) الاقناع، ج ۲، ص ۳۰۱ تا ۳۰۹۔ المقنع، ج ۲، ص ۵۱۳ تا ۵۲۳

۱۳۱) المحلی، ج ۸، ص ۲۳۸۔

۱۳۲) شرائع الاسلام، ج ۲، القسم الرابع، ص ۲۵۹، ۲۶۰

۱۳۳) هدایه، باب الوکالت

۱۳۴) گل محمد بنام مسماۃ عزیزا، ۱۹۰۱ء، ۳۶ پنجاب ریکارڈ، ص ۱۹۱

۱۳۵) بدائع الصنائع، ج ۷، ص ۳۳ تا ۴۰۔ الاختیار ج ۲، ص ۱۳۵ تا ۱۳۳

۱۳۶) المغنی المحتاج، ج ۲، ص ۲۳۳ تا ۲۳۶

۱۳۷) بدائع الصنائع، ج ۷، ص ۳۳ تا ۴۰۔ الاختیار، ج ۲، ص ۱۳۵ تا ۱۳۹

۱۳۸) الاقناع، ج ۲، ص ۳۰۱ تا ۳۰۹۔ المقنع، ج ۲، ص ۵۱۳ تا ۵۲۳

۱۳۹) ایضًا

۱۴۰) شرائع الاسلام، ج ۲، القسم الرابع، ص ۲۵۹، ۲۶۰

۱۴۱) جواهر الاکلیل، ج ۲، ص ۲۷۷ تا ۲۷۹

۱۴۲) الاقناع، ج ۲، ص ۳۰۱ تا ۳۰۹۔ المقنع، ج ۲، ص ۵۱۳ تا ۵۲۳

۱۴۳) بدائع الصنائع، ج ۷، ص ۳۳ تا ۴۰۔ الاختیار، ج ۲، ص ۱۳۵ تا ۱۳۹۔ اس مسئلہ پر تفصیلی معلومات کے لئے ملاحظہ ہوں، امام محمد کی کتاب السیر اور جامع

۱۴۴) المغنی المحتاج، ج ۲، ص ۲۳۳ تا ۲۳۴

۱۴۵) الاقناع، ج ۲، ص ۳۰۱ تا ۳۰۹۔ المقنع، ج ۲، ص ۵۱۳ تا ۵۲۳

مرکزی **انجمن خُدّامُ القُرآن** لاہور

کے قیام کا مقصد

منبع ایمان اور سرچشمۂ یقین

قرآنِ حکیم

کے علم و حکمت کی وسیع پیمانے اور اعلیٰ علمی سطح پر تشہیر و اشاعت ہے

تاکہ اُمت مسلمہ کے فہیم عناصر **تجدید ایمان** کی ایک عمومی تحریک برپا ہو جائے

اور اس طرح اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور غلبۂ دین حق کے دور ثانی

کی راہ ہموار ہو سکے

وَ مَا النَّصرُ اِلاَّ مِنْ عِندِاللّٰهِ